بسم اللہ الرحمن الرحیم

تُوْبُوْا اِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ۔

اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، وہ تم پر زوردار بارش فرمائے گا اور تمہارے پاس جتنی قوت ہے (مال واولاد) اس سے اور زیادہ دے گا۔ (۵۲ / ہود، ۱۱)

خاندانی منصوبہ بندی

اور

اسلام

منع حمل کی عارضی تدابیر مثلاً گولیاں، انجکشن، کنڈوم، لوپ، ڈایا فرام، کاپر ٹی- اور مستقل و دائمی تدابیر مثلاً دوا کے ذریعہ قوت تولید کو ختم کر دینا، خصی ہونا، نس بندی کرانا- اور حمل میں جان پڑنے سے پہلے یا بعد اسے مجبوراً یا بلا وجہ اسے ساقط کرنا اور اس طرح کے دوسرے مسائل کے احکام، کتاب و سنت اور تحقیقات فقہا کی روشنی میں-

...{تصنیف}...

(مفتی) محمد نظام الدین رضوی برکاتی

...{ناشر}...

مکتبہ برہانِ ملت

اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو-پی-)

باسمہٖ سبحانہ و تعالیٰ و تقدس

نام کتاب : خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام
تصنیف : (مفتی) محمد نظام الدین رضوی
موضوع : معاشرت زوجین
صفحات : ۷۲
تعداد : ۱۱۰۰ (گیارہ سو)
طبع اول : صفر المظفر ۱۴۳۰ھ / فروری ۲۰۰۹ء
کمپوزنگ : مہتاب پیامی، پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارک پور-9336741245
ناشر : مکتبہ برہانِ ملت، اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو۔پی۔)

...............ھدیۂ تشکر...............

اس کتاب کی اشاعت میں ایک علم دوست عالی جناب محترم الحاج محمد حنیف کھنانی صاحب دام مجدہم نے مخلصانہ تعاون فرمایا۔ ادارہ اس کے لیے ان کا خلوصِ قلب کے ساتھ شکر گزار ہے۔ خداے بزرگ و برتر انھیں دارین میں اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے، ان کی خدماتِ دینیہ کو قبول فرمائے اور حوادثِ دہر سے محفوظ و مامون رکھے اور انھیں برکاتِ دین و دنیا سے نوازے۔ آمین بجاہ حبیبہ النبی الامین علیہ و علیٰ آلہٖ افضلُ الصّلوٰۃ و التسلیم۔

(ادارہ مکتبہ برہانِ ملت)

آئینۂ کتاب

مضامین	صفحہ نمبر
مصنف کی حیات اور کارنامے	۶
پہلی جستجو	۱۰
پہلا باب: ضبطِ ولادت کی صورتیں اور احکام	۱۲
پہلا سوال نامہ: ضبط ولادت (۶/ سوالات)	۱۳
تمہید: اسلام کی منشا کثرت نسل انسانی ہے	۱۵
جواب (ا): منع حمل کی عارضی، غیر مضر تدبیر اختیار کرنا	۱۷
خاندانی منصوبہ بندی کا مقصد	۱۸
کثرت آبادی سبب ہے تنگیٔ رزق، خرابیٔ صحت، اور تعلیمی پس ماندگی کا	
تینوں امور کا سرسری جائزہ	۱۹

جائزہ کا ثبوت کتاب و سنت سے ---------- ۲۰
مفلسی کے اندیشے سے ضبط تولید اسلامی فکر و اعتقاد کے خلاف ہے ---------- ۲۱
زچہ بچہ کی صحت کی خرابی عذر شرعی ہے ---------- ۲۱
چند اعذار جو شرعاً قابلِ قبول ہیں ---------- ۲۲
ایسے کسی عذر کی باعث منع حمل کی عارضی تدبیر اختیار کرنا جائز ہے ---------- ۲۴
ایک حدیث سے استناد ---------- ۲۴
شروح احادیث کی وضاحت ---------- ۲۴
مزید دو حدیثوں سے استناد ---------- ۲۶
غزوۂ بنی مصطلق کی ایک حدیث سے استدلال ---------- ۲۸
فقہی عبارات سے مسئلے کی تنقیح ---------- ۲۸
مانع حمل تدابیر کے احکام ---------- ۳۰

مضامین صفحہ نمبر

کنڈوم، لوپ، ڈایافرام، جیلی کے احکام ---------- ۳۰

کاپر ٹی کی تشریح اور حکم ---------- ۳۱

خلاصہ جواب ---------- ۳۴

جواب(۲)کارپوریشن وغیرہ کا ممبر ہونے کے لیے نس بندی ---------- ۳۵

جواب(۳)ترغیبات ضبط ولادت سے متاثر ہو کر حمل کی روک تھام ---------- ۳۵

جواب(۴)مذہبی یا جسمانی ضرر کے اندیشہ سے عورت کی نس بندی ---------- ۳۵

خصی ہونے اور نس بندی کے حرام ہونے کے متعدد وجوہ. ۳۶

پہلی



اللہ. ---------- ۳۶

دوسر

کرز ---------- ۳۶

تیسر

خیانۃ ---------- ۳۹

کسی دوا کے ذریعہ منفعت تولید کا ختم کرنا------------------------------------ ۳۹

جواب(۵)غربت ومفلوک الحالی کے خوف سے منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا------ ۴۰

جواب(۶)اسقاط حمل کب جائز، کب ناجائز-------------------------------- ۴۱

اس بارے میں اختلاف فقہا-- ۴۳

علامہ ابن وہبان کی تطبیق-- ۴۵

عذر شدید کی صورت میں حمل ضائع کرنے کی اجازت--------------------- ۴۶

حاصل کلام-- ۴۷

فیصلہ فقہی سمینار بورڈ، دہلی--- ۴۹

دوسرا استفتا: تین چار سال کے لیے منعِ حمل کی تدبیر بہت کم زور عورت کے لیے--- ۵۲

تیسرا استفتا: منعِ حمل کی تدابیر کے تعلق سے متعدد سوالات و جوابات------- ۵۴

مضامین صفحہ نمبر

دوسرا باب: ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے احکام ۶۰
سوال نامہ جناب مولانا منیر احمد صاحب دام مجدہم، مئو ۶۱
مختصر جواب ۶۱
مفصل جواب ۶۲
ٹیسٹ ٹیوب بے بی کیا ہے؟ ۶۲
ٹیوب سے منتقلی کی صورتیں ۶۴
شرعی احکام ۶۴
رخصت کی گنجائش ۶۹
ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے پیدا شدہ بچوں کا حکم ۷۰
شرعی فیصلہ فقہی سمینار بورڈ، دہلی ۷۱

باسمہٖ تعالیٰ وحمدہٖ

مصنف کی حیات اور کارنامے

ایک نظر میں

مصنف ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے گاؤں کے مکتب سے تعلیمی سفر شروع کیا جو انجمن معین الاسلام بستی، مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ، ضلع بہرائچ ہوتے ہوئے جامعہ اشرفیہ مبارک پور پر ختم ہوا، آپ کو جامعہ کا ماحول اتنا پسند آیا کہ یہاں آئے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

نام و شجرۂ نسب: محمد نظام الدین رضوی بن خوش محمد انصاری (مرحوم) بن سخاوت علی انصاری (مرحوم) بن فتح محمد انصاری (مرحوم) بن خدا بخش انصاری (مرحوم)۔

ولادت: ۲/مارچ ۱۹۵۷ء جمعرات ایک بجے شب۔

وطن اصلی: موضع بھوجولی، پوکھرا ٹولا *(Bhujauli, Pokhara Tola)* ڈاک خانہ

بھوجولی بازار، تھانہ راجہ بازار، کھڈا، ضلع (قدیم) دیوریا، (جدید) کوشی نگر، اتر پردیش، ہند۔

وطن اقامت: متصل جامع مسجد راجہ مبارک شاہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (یو۔ پی۔)، اب عرصۂ دراز سے مستقل بودوباش یہیں اختیار کرلی ہے۔

دار العلوم اشرفیہ میں داخلہ: شوال ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء درجۂ سابعہ۔

فراغت: یکم جمادی الآخرہ ۱۴۰۰ھ مطابق اپریل ۱۹۸۰ئ۔

مدتِ تعلیم، دار العلوم اشرفیہ: ۴؍سال: ایک سال درجۂ سابعہ، اس کے بعد دوسال درجۂ تحقیق فی الفقہ، پھر ایک سال درجۂ فضیلت۔

معین المدرسین دار العلوم اشرفیہ: ذوقعدہ ۱۳۹۸ھ۔ تقرر بحیثیت مدرس دارالعلوم اشرفیہ، شوال ۱۴۰۰ھ/ اگست ۱۹۸۰ئ۔

تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی کے لیے تعین: محرم الحرام ۱۴۰۱ھ۔

پہلا مبسوط فتویٰ بنام ''فقہ حنفی سے دیوبندیوں کا ارتداد'' جمادی الآخرہ ورجب ۱۴۰۱ھ، ترتیب کتاب ''فقہ حنفی کا تقابلی مطالعہ'' ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ تا جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ (کثرت مشاغل کے سبب یہ کام ملتوی ہوا، اب تک یہی حال ہے، یہ کاپی سائز کے ۳۰۰؍صفحات پر مشتمل ہے)

دلچسپی کے میدان: تدریس، فتویٰ نویسی، مقالہ نگاری، جلسۂ عام میں سوال و جواب کے ذریعہ تبلیغ دین، سمیناروں میں شرکت۔ تادمِ تحریر ایک سائنسی، ایک سماجی، ایک اصلاحی، تین تاریخی، دو تعلیمی اور ۳۵؍فقہی سمیناروں کے لیے مقالے لکھے جو مقبول ہوئے۔ نیز ان سمیناروں میں شرکت کی۔ کانفرنسوں کے شرکت اس کے سوا ہے۔ مجموعی طور پر اب تک ۵۱؍سمیناروں اور کانفرنسوں میں شرکت کی۔

تصانیف: تصانیف کی تعداد ۳۰؍ہے، جو یہ ہیں:

(۱) الحواشی الجلیۃ فی تایید مذھب الحنفیۃ (۲) فقہ حنفی کا تقابلی

مطالعہ کتاب وسنت کی روشنی میں (۳) عصمت انبیا (۴) لاؤڈ اسپیکر کا شرعی حکم (۵) شیر بازار کے مسائل (۶) جدید بینک کاری اور اسلام (۷) مشینی ذبیحہ مذاہب اربعہ کی روشنی میں (۸) مبارک راتیں (۹) عظمت والدین (۱۰) فقہ حنفی سے دیوبندیوں کا ارتداد (۱۱) ایک نشست میں تین طلاق کا شرعی حکم (۱۲) اسلام کے سات بنیادی اصول (۱۳) دوملکوں کی کرنسیوں کا اُدھار، تبادلہ وحوالہ (۱۴) انسانی خون سے علاج کا شرعی حکم (۱۵) دُکانوں، مکانوں کے پٹہ وپگڑی کے مسائل (۱۶) تحصیل صدقات پر کمیشن کا حکم (۱۷) خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام (۱۸) تعمیر مزارات احادیث نبویہ کی روشنی میں (۱۹) عمرانہ کا مسئلہ نقل وعقل کی روشنی میں (۲۰) اعضا کی پیوند کاری (۲۱) فلیٹوں کی خرید وفروخت کے جدید طریقے (۲۲) بیمہ وغیرہ میں ورثہ کی نامزدگی کی شرعی حیثیت (۲۳) فقدان زوج کی مختلف صورتوں کے احکام (۲۴) کان اور آنکھ میں دوا ڈالنا مفسدِ صوم ہے یا نہیں (۲۵) جدید ذرائع ابلاغ اور رویتِ ہلال (۲۶) طویل المیعاد قرض اور ان کے احکام (۲۷) طبیب کے لیے اسلام اور تقویٰ کی شرط (۲۸) نیٹ ورک مارکیٹنگ کا شرعی حکم (۲۹) فسخ نکاح بوجہ تعسُّر نفقہ (۳۰) اور ۱۴ر جلدوں میں ''فتاویٰ نظامیہ'' جو دراصل ''فتاویٰ اشرفیہ مصباح العلوم'' ہے۔

مقالات: مقالات کی تعداد ۱۲۵ر ہے جن میں چند کے نام یہ ہیں:

(۱) قیاس حجت شرعی ہے (۲) اتر پردیش کے مسلمانوں کے مسائل اور ان کا حل (۳) امام احمد رضا اور جدید فقہی مسائل (۴) امام احمد رضا کا ذوقِ عبادت مکتوبات کے آئینے میں (۵) تقلید عرفی کی شرعی حیثیت (۶) پرنٹنگ ایجنسی کے احکام (۷) سرکار غوث اعظم کا فقہی مسلک (۸) تصوف اور اسلام (۹) حضور مفتی اعظم بحرِ فقاہت کے درشاہوار (۱۰) قضاۃ اور ان کے حدود ولایت (۱۱) بہار شریعت کا مختصر تعارف (۱۲) حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کا مذہب فقہی [illegible] سے

(۱۳)الامام الترمذی و ماثرہ العلمیۃ (عربی) (۱۴)المحدث أحمد علی السّهارنفوری (عربی) (۱۵)ترجمۃ صاحب الصحیح: الامام ابو الحسن مسلم بن الحجاج علیہ الرحمۃ (عربی) (۱۷)ترجمۃ الشارح: الامام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی شارح صحیح مسلم رحمھم اللہ تعالیٰ (عربی)

سوال نامے: مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کے سوال نامے جن میں بیشتر مقالہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ۲۷ رہیں چند کے عناوین یہ ہیں:

(۱) الکحل آمیز دواؤں کا استعمال (۲) مشترکہ سرمایہ کمپنی کی شرعی حیثیت (۳) دوامی اجارہ (۴) اعضا کی پیوند کاری (۵) انسانی خون سے علاج کا شرعی حکم (۶) فسخ نکاح بوجہ تعسر نفقہ (۷) بیمۂ جان و مال کی تحقیق۔

ایوارڈ: آپ کی دینی خدمات کے صلے میں آپ کو کئی ایوارڈ مل چکے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

صدر الشریعہ ایوارڈ : (از دار العلوم حنفیہ ضیاء القرآن لکھنؤ)

حافظی ایوارڈ : (از شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ اکبر میاں چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پھپھوند شریف)

شبیہ نعلِ پاک حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (از امین ملت حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی، زیب سجادہ، خانقاہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ شریف)

مذہبی تعمیرات: امام احمد رضا جامع مسجد، بھوجولی پوکھرا اٹولہ، ضلع کوشی نگر

مناصب بتدریج: مدرس، مفتی، ناظم مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، رکن مجلس مشاورت ماہ نامہ اشرفیہ، قاضی شریعت کمشنری گورکھپور، رکن فقہی سمینار بورڈ دہلی، نگراں مرکز تربیت افتا اوجھا گنج۔

سفر حج و زیارت: (پہلا حج) ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء، (دوسرا حج) ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء،

پہلا باب

ضبط ولادت کی صورتیں

اور

احکام

سوال نامہ: ضبط ولادت

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں:

(۱) عالمی اور ملکی سطح پر ضبط ولادت (جسے خاندانی منصوبہ بندی بھی کہا جاتا ہے) کے لیے جاری پروپیگنڈہ اور حکومت یا کسی پرائیویٹ ادارہ وکمپنی کی ترغیب وتحریص یا تخویف وتہدید سے متاثر ہو کر کسی عارضی اور وقتی غیر مضر ترکیب ودوا کا استعمال اور ایک محدود مدت تک کے لیے منع حمل کی کوئی تدبیر اختیار کرنا کسی مسلم ملازم یا عام مسلمانوں کے لیے جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) عوامی نمائندگی کے ادارے مثلاً گرام پنچایت، میونسپلٹی بورڈ وکارپوریشن وغیرہ کے ہر ممبر کے لیے کوئی عارضی ودائمی ترکیب ودوا لازم کیے جانے کی صورت میں اس پر عمل کرنا کسی مسلم ممبر کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ترغیبات ضبط ولادت کے مختلف ذرائع ووسائل اور ہتھ کنڈوں کا شکار ہو کر اپنی کسی ضرورت کے بغیر منع حمل کے کسی عارضی یا دائمی ترکیب ودوا کا استعمال کسی مسلمان شوہر یا بیوی دونوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

(۴) شخصی وانفرادی ضرورت مثلاً متوقع اولاد کے بدمذہب یا ناخلف ہونے یا مدت حمل میں یا وضع حمل کے وقت بیوی کی صحت کو شدید خطرہ لاحق ہونے یا انتقال کے قوی

---

(۱) ۳/ سورۃ النساء:۴ (۲) ۵۲/ سورۃ ھود:۱۱

امکان کی صورت میں اس کے بانجھ پن یا اس کی نس بندی کے لیے یا اس کے رحم کی تولیدی صلاحیت کو ہمیشہ کے لیے زائل کر دینے والی کسی دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

(۵) شخصی وانفرادی ضرورت مثلاً شوہر کی غربت ومفلوک الحالی یا بیوی کی جسمانی لاغری وناتوانی کی صورت میں عزل کی طرح وقتی اور عارضی طور پر منع حمل کی کسی غیر مضر ترکیب ودوا مثلاً نرودھ وکنڈوم وکاپرٹی یا کیپسول وانجکشن وغیرہ (کسی طبیب حاذق یا ماہر مسلم ڈاکٹر کی ہدایت ومشورہ کے مطابق) کا استعمال کسی مسلمان شوہر یا بیوی یا دونوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

(۶) استقرار حمل کے بعد بیوی یا شوہر یا دونوں کو اس کا یقین یا ظن غالب ہو جائے کہ مدت حمل میں وضع حمل کے وقت بیوی کی صحت سنگین خطرات سے دوچار ہو سکتی ہے، یا اس کی جان بھی جا سکتی ہے یا متوقع اولاد کی صحیح پرورش و پرداخت اور ضروری دینی تعلیم کی وہ اپنے اندر استطاعت نہیں پاتے تو ایسی صورت میں اسقاطِ حمل کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

اگر یہ اسقاط حمل جائز ہے تو نطفہ (رحم مادر میں پہنچنے کے بعد چالیس دن تک) یا علقہ، یا مُضغہ[۱] کے دوران جب تک کہ اس کے اندر جان نہیں پڑتی ہے صرف اسی مدت میں یا اس کے بعد بھی جائز ہے؟ اور اگر استقرار حمل کے بعد ہر صورت اور ہر حال میں اسقاط حمل ناجائز ہے تو کیا کسی مولود وموجود جان کو شدید خطرہ میں ڈال کر کسی متوقع وغیر مولود جان کا تحفظ جائز اور ضروری ہے؟

(۱) سنن ابی داؤد الجلد الاول، ص:۲۸۰، من کتاب النکاح / سنن النسائی الجلد الثانی، ص:۵۹، من کتاب النکاح / مشکوٰۃ المصابیح ص:۲۶۷ الفصل الاول من کتاب النکاح / المستدرک علی الصحیحین، ص:۲۹۲، ج:۶، باب تزوّجوا الودود / المعجم الاوسط للطبرانی، ص:۳۳۴، ج:۱۱ / شعب الایمان للبیہقی، ص:۳۶۴، ج:۱۱ / صحیح ابن حبان، ص:۲۰، ج:۱۷، باب الہدیٰ۔

محمد عثمان غنی باپو
مہتمم مدرسہ انوار مصطفی رضا، دھرول، گجرات
وبانی فقہی سمینار بورڈ، دہلی

تمہید

الحمد للہ الذی خلق الناس من نفس واحدۃ، و خلق منها زوجها و بث منهما رجالا کثیراً و نسائً★ والصلاۃ والسلام علیٰ سید ولدِ آدم خاتم الأنبیاء★ و علیٰ اٰلہٖ و صحبہٖ النقباء و النجبائ★ و علیٰ جمیع البررۃ والاتقیائ۔★

کتاب عزیز اور سنت نبوی کے مطالعہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اسلام کی منشا کثرتِ نسلِ انسانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ایک مرد کو چار چار عورتوں کو زوجیت میں رکھنے کی اجازت دی۔ سورہ نساء میں ہے:

"فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ"(۱)

تو جو عورتیں تمھیں پسند آئیں ان میں دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو۔

(۱) مراتب پانچ ہیں، ضرورت، حاجت، منفعت، زینت، فضول۔ **ضرورت** یہ ہے کہ اس کے بغیر گزر نہ ہو سکے، جیسے مکان میں وہ سوراخ جس میں آدمی بہ زور سما سکے، کھانے میں چھوٹے چھوٹے لقمے کہ سدِّ رمق کریں، ادائے فرض کی طاقت دیں، لباس میں (کپڑے کا) اتنا ٹکڑا کہ سترِ عورت کرے۔ **حاجت** یہ کہ بے اس کے ضرر ہو، جیسا مکان اتنا کہ گرمی، جاڑے، برسات کی تکلیفوں سے بچا جا سکے، کھانا اتنا جس سے ادائے واجبات وسُنن کو قوت ملے، کپڑا اتنا کہ جاڑا روکے، اتنا بدن ڈھکے جس کا کھولنا نماز و مجمع ناس میں خلافِ ادب وتہذیب ہے، مثلاً خالی پاجامے سے نماز مکروہ تحریمی ہے، یوں ہی تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ، مردود الشہادۃ، خفیف الحرکات ہے۔ یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ باقی اگلے صفحہ پر

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد مرد کے لیے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے، جو بلاشبہہ کثرتِ اولاد کا سبب ہے۔

سورۂ ہود کی ایک آیت میں اولاد کو قوت بتایا گیا ہے، چناں چہ ارشادِ ربانی ہے:

"وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِكُمْ۔"(۲)	اور اے میری قوم، اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، وہ تم پر موسلا دھار پانی برسائے گا اور تمہارے پاس جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا۔

اس آیت کریمہ میں **قُوَّةً** سے مراد مال اور اولاد ہے اور بلاشبہہ یہ دونوں آج بھی انسان کی بڑی قوت ہیں۔ ہمارے عرف میں بھی صالح اولاد کو "دست و بازو" کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کا اشارہ بھی کثرت ہی کی طرف ہے۔ مال کی کثرت سب کو محبوب ہے تو اولاد کی کثرت بھی سب کی نگاہ میں محبوب ہونی چاہیے کہ دونوں یکساں طور پر قوت کے ارکان ہیں:

پچھلے صفحہ کا بقیہ... آج کل اکثر لوگوں میں اس کی بے پروائی پھیلی ہے، خصوصاً وہ جن کے مکان سرِ راہ ہیں۔ **منفعت** یہ کہ بغیر اس کے ضرر تو موجود نہیں مگر اس کا ہونا اصل مقصود میں نافع و مفید ہے جیسے مکان میں بلندی و وسعت، کھانے میں سرکہ چٹنی، سیری، لباسِ نماز میں عمامہ۔ **زینت** یہ کہ مقصود سے محض بالائی زائد بات ہے جس سے ایک معمولی افزائش حسن و خوش نمائی کے سوا اور نفع و تائید غرض نہیں جیسے مکان کے دروں میں محرابیں، کھانے میں رنگتیں کہ قورمہ خوب سرخ ہو، فرنی نہایت سفید براق ہو، کپڑے میں بخیہ باریک ہو، قطع میں کج نہ ہو۔ **فضول** یہ کہ بے منفعت چیز میں حد سے زیادہ توسع و تدقیق جیسے مکان میں سونے چاندی کے کلس، دیواروں پر قیمتی غلاف، کھانا کھائے پر میوے شیرینیاں، پائچے گٹوں سے نیچے۔ **اول** مرتبہ فرض میں ہے۔ **دوم** واجب و سنن و مؤکدہ میں۔ **سوم و چہارم** سنن غیر مؤکدہ سے مستحبات و آداب زائدہ تک، **پنجم** باختلاف مراتب مباح و مکروہ تنزیہی و تحریمی سے حرام تک۔ (فتاوی رضویہ، ص:۱۵۸، ج:۱، باب الغسل)

”عن معقلِ بن یسارٍ قال: قال رسولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم: تَزَوَّجُوْا الودودَ الولودَ فانّی مکاثرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ (۱)“۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوب محبت کرنے والی اور زیادہ بچے دینے والی عورت سے نکاح کرو کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

ان نصوص سے عیاں ہے کہ اسلام خاندانی منصوبہ بندی کا ذہن نہیں دیتا۔ لیکن کچھ اعذار اور مجبوریوں کی بنا پر شوہروں کو ایسی تدابیر اختیار کرنے کی اجازت ہے جو عارضی طور پر عدم استقرار حمل کا باعث بنیں، اس کا تعلق خاندانی منصوبہ بندی سے نہیں ہے بلکہ شرعی مجبوری اور عذر سے ہے، جیسے کچھ مخصوص حالات میں نکاح نہ کرنے کی بھی اجازت ہے۔

اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر اب پیش آمدہ **سوالات کے جوابات** پڑھیے۔

جواب (۱)

منعِ حمل کی عارضی، غیر مضر تدبیر اختیار کرنا: عذر شرعی ہو تو منع حمل کی وقتی، عارضی، غیر مضر تدبیر اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ بہ لفظ دیگر استقرار حمل سے بچنے کی تدبیر اختیار کرنا درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے:

(۱) عذر شرعی ہو۔مثلاً عورت کی صحت خراب ہونے کے باعث شیر خوار کی صحت خراب ہونے کا صحیح اندیشہ ہو یا گود کے بچے کو دو سال تک دودھ پلانا مقصود ہو جو اس کا حق ہے۔

(۲) وہ تدبیر مُضرِ صحت نہ ہو، جیسے کنڈوم کا استعمال، اس کے برخلاف کھانے کی گولیاں مضر صحت ہوتی ہیں جیسا کہ بہت سی عورتوں کا تجربہ ہے۔

(۳) وہ تدبیر عارضی اور وقتی ہو، ایسا نہ ہو کہ اس سے قوت تولید مستقل طور پر ختم ہو جائے۔

(۴) یہ تدبیر کسی غیر اسلامی عقیدے سے متاثر ہو کر نہ اختیار کی گئی ہو مثلاً یہ کہ بچہ ہوگا تو روزی بانٹ لے گا، نفقہ کا انتظام کیسے ہوگا؟

واضح ہو کہ یہاں ''عذر شرعی'' سے مراد ایسی مجبوری ہے جو درجۂ ضرورت میں ہو، یا درجۂ حاجت میں، یا کم از کم درجۂ منفعت میں۔ رہے مرتبۂ زینت و فضول تو یہ تخفیفِ احکام میں قطعی بے اثر ہیں۔(۱)

اب ہم اس مسئلے کا قدرے تفصیلی جائزہ لیں گے۔ تو پہلے ''خاندانی منصوبہ بندی'' کے دلائل پیش کرتے ہیں پھر ان پر ایک مختصر تبصرے کے بعد شرعی نقطۂ نظر سے اس مسئلے کی وضاحت کریں گے۔ ان شاء اللہ الرحمن۔

خاندانی منصوبہ بندی کا بنیادی مقصد رزق کی تنگی، فضائی آلودگی، جہالت اور امراض کے آسیب سے نجات دلا کر صحت اور فراخ حالی کی نعمت سے سرفراز کرنا ہے ''چھوٹا پریوار سُکھی پریوار'' اور ''بڑا پریوار دُکھی پریوار'' عام نعرہ ہے۔

کتاب ''نیوجت پریوار'' میں کثرت اولاد کے نقصانات پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

- اولاد راحتِ جان وسکونِ دل ہے لیکن یہ اسی وقت تک ہے جب تک کہ ان کی تعداد ایک یا دو ہو، کیوں کہ جیسے جیسے بچوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے سکھ گھٹتا جاتا ہے۔ ماں اور بچوں کی صحت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔

---

(۱) صحیح مسلم، ص:۸۷، ج:۱، باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، مجلس، برکات، مبارکفور

(۲) آیة ۱۰، سورة الجمعة ۲۲، قَدْسَمِعَ اللّٰہ ۲۸۔ (۳) سورة الطلاق، ۵۶، آیت:۲

- جیسے جیسے اولاد کی کثرت ہوتی ہے زمین جائداد بچوں میں تقسیم ہو کر گھٹتی جاتی ہے، کھیت چھوٹے ہوتے جاتے ہیں جس سے پیداوار کم ہو جاتی ہے۔
- ساتھ ہی دوسرے وسائل بھی کم ہو جاتے ہیں۔ اسکول، اناج، کپڑا، مکان، اسپتال اور ذرائع معاش کی ضرورت زیادہ سے زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔
- تیزی سے بڑھتی آبادی کا اثر پوری زندگی پر پڑتا ہے، ہوا اور پانی گندہ ہو جاتا ہے، ذریعہ معاش کے لیے لوگ شہروں کی طرف جاتے ہیں، پیڑ کٹتے جاتے ہیں، اسپتالوں میں مریضوں کی بھیڑ لگ جاتی ہے، چاروں طرف بھیڑ ہی بھیڑ دکھائی دیتی ہے۔

اس کا ماحصل یہ ہے کہ کثرتِ اولاد کثرتِ آبادی کا سبب ہے اور کثرت آبادی کے باعث ایک تو رزق کی تنگی ومفلوک الحالی پیدا ہوتی ہے، دوسرے فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے جس کے باعث آدمی بیمار رہنے لگتا ہے، تیسرے اس کا اثر تعلیم پر یہ پڑتا ہے کہ حسب ضرورت اسکول نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ ناخواندہ رہ جاتے ہیں۔ یعنی کثرتِ آبادی کے شکم سے **تنگیٔ رزق، خرابیٔ صحت اور تعلیمی پس ماندگی** جنم لیتے ہیں۔

لیکن ان تینوں امور کا ایک سرسری جائزہ لینے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ:

کثرتِ آبادی کا براہِ راست تعلیمی پس ماندگی پر اثر نہیں پڑتا، بلکہ اس کا بنیادی سبب تعلیم کی طرف سے بے التفاتی اور نامعقول انتظام ہے۔ جو قومیں تعلیم کی اہمیت کو سمجھتی اور اس کی طرف باقاعدہ توجہ دیتی ہیں اور ان کے یہاں نظم ونسق بہتر ہوتا ہے، وہ اکثریت میں ہونے کے باوجود بھی آج سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔

رزق کی تنگی بہ ظاہر کثرتِ آبادی کا نتیجہ کہی جاسکتی ہے، مگر حقیقت یہ

(۱) سورۃ ھود، ۱۱، آیت:۶ (۲) سورۃ الرعد، ۱۳، آیت:۲۶
(۳) سورۃ الانعام، ۶، آیت:۱۵۲ (۴) سورۃ بنی اسرائیل، ۱۷، آیت:۳۱ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی ۱۵۔

ہے کہ یہ معاشرے میں پائی جانے والی کاہلی، تن پسندی، عیاشی، فضول خرچی، بددیانتی، خیانت، رشوت، غصب، جوابازی، شراب نوشی، بات بات پرلڑائی جھگڑا، خوں ریزی، مقدمات، فرقہ وارانہ فسادات، ظلم وناانصافی وغیرہ کا نتیجہ ہے۔

اگران برائیوں کا سدباب کردیا جائے تو دنیا سے غریبی ومفلوک الحالی کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ جب آبادی بہت کم تھی، وسائل بھی کم سے کم تھے، غربت بھی آج سے زیادہ تھی۔ آج آبادی بڑھ جانے کے بعد بھی یہ حال ہے کہ کل کا فاقہ کش اب آسودہ نظر آتا ہے۔ آج بھی کتنے ایسے چھوٹے خاندان ہیں جن کے ارکان کاہل اور بے ہنر ہوتے ہیں توان کے وسائل روز بروز سمٹتے چلے جاتے ہیں، یا کم ازکم کوئی ترقی نہیں کرپاتے۔ اور بہت سے ایسے خاندان ہیں جو کثیر افراد پر مشتمل ہیں اور غربت کے ماحول میں انھوں نے آنکھیں کھولیں، لیکن وہ کاہل اور فضول خرچ نہیں ہیں تو روز بروز خوش حال ہوتے جاتے ہیں اور معاشرے میں عزت کی زندگی گزارتے ہیں۔ قربِ قیامت کے زمانے میں کیا آبادی کم ہوجائے گی جب ہرانسان بے پناہ خوش حال ہوگا اور کوئی زکوٰۃ وصدقات لینے والا نہ ملے گا؟ ایسا نہیں ہے بس بددیانتی وناانصافی نہ ہوگی اور ہرسمت عدل وانصاف اورامن وامان قائم ہوگا۔ جیسا کہ صحیح مسلم شریف ''بابُ نزولِ عیسٰی بن مریم علیہ السلام'' کی احادیث سے ظاہر ہے۔(۱)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

''فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللہِ۔''(۲)	نماز کے بعد زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔

اب کوئی نماز پڑھ کرصرف دعا مانگے اور زمین میں پھیل کر اللہ کا فضل

(۱) سورۃ الاعراف ۷: آیت: ۳۱، وَلَوْ اَنَّنَا ۸۔

(۲) غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثانیۃ، ص: ۱۱۰، ج: ۱

(۳) کنز العمال، باب المحذورات من التداوی والترھیب من المجذوم ج: ۱، ص: ۱۰، ۹

(رزق) نہ تلاش کرے تو اس کی غربت بلا شبہہ اس کی کاہلی اور ناعقلی کی بنا پر ہوگی۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ وہ زمین میں پھیل کر کسب معاش میں لگ جاتا؟ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی روزی زمین میں بکھیر دی ہے، بغیر تلاش کیے نہ ملے گی۔ اور مشاہدہ ہے کہ جو لوگ تلاش میں نکل جاتے ہیں ان کی غریبی جلد ہی خوش حالی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں بندہ نیک جذبے کے ساتھ کسب معاش کے لیے تگ و دو کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لیے رزق کے دروازے کھول دیتا ہے، جیسا کہ کثیر آیات واحادیث اس کی شاہد ہیں۔ مثلاً سورۂ طلاق میں ہے:

"وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔"(۳)

اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا، اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

سورۂ ہود میں ہے:

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔"(۱)

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔

سورۂ رعد میں ہے:

"اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ۔"(۲)

اللہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ اور تنگ کرتا ہے۔

سورۂ انعام میں ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ۔"(۳)

اور اپنی اولاد کو مفلسی کے باعث قتل نہ کرو، ہم تمھیں اور انھیں سب کو رزق دیں گے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ۔" (۴)

اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے خوف سے، ہم انھیں بھی روزی دیں گے، اور تمھیں بھی۔

قتل ناحق تو ہر حال میں حرام ہے مفلسی کا خوف ہو یا نہ ہو۔لیکن ان آیات میں "مفلسی کا خوف" ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ بجائے خود معیوب امر اور غیر اسلامی اعتقاد ہے۔اس کے خوف سے وہی کوئی غیر مناسب عمل کرے گا جسے اللہ عزوجل کی رزّاقیت پر کامل ایمان نہ ہو اور وہ یاس و ناامیدی کا شکار ہو جائے۔

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ رزق میں تنگی اور مفلسی کے اندیشے سے ضبط تولید اسلامی فکر و اعتقاد کے خلاف ہے، اس لیے ناجائز ہے۔

رہی **زچہ بچہ کی صحت کی خرابی** تو یہ شرعاً قابل قبول عذر ہے، اسلام نے مضر صحت اسباب سے بچنے کی ہدایت کی ہے، مثلاً ارشاد باری ہے:

"كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔" (۱)

کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔

ارشادِ رسالت ہے:

"المعدة بيت الداء والحمية رأس الدواء وأصل كل داء البردة۔" (۲)

معدہ ہر بیماری کا گھر ہے اور پرہیز دوا کی بنیاد ہے اور ہر بیماری کی جڑ کھانا ہضم ہونے سے پہلے کھانا کھالینا ہے۔

نیز ارشاد رسالت ہے:

(۱) مشكوٰة المصابيح، ص:۲۷۶، كتاب النكاح، باب المباشرة، بحواله سنن ابو داؤد

"اتقوا المجذوم کما یتقی الاسد وفی روایۃ: فرمن المجذوم فرارک من الاسد۔"(۱)	مجذوم (کوڑھی) سے بچو جیسے شیر سے بچا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ: "مجذوم سے شیر کی طرح بھاگو۔"

لہذا **حفظان** صحت کے لیے عارضی منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا جائز ہوگا۔ یوں ہی مذہب، اخلاق اور اپنے مال ومتاع کی حفاظت کے لیے بھی اس طرح کی تدبیر اختیار کرنا جائز ہے کہ صحت کی خرابی، مذہب کا فساد، اخلاق کا بگاڑ اور مال و متاع کا ضیاع سب شرعی اعذار ہیں۔

چند اعذار: ہم ذیل میں چند ایسے اعذار کی نشاندہی کرتے ہیں جن کی روشنی میں اس قسم کے درپیش مسائل کا حل ممکن ہوگا۔

(۱) گود میں شیر خوار بچہ ہے اور استقرار حمل کی صورت میں یہ خطرہ ہے کہ دودھ خراب ہونے کی وجہ سے بچہ کی صحت خراب ہوجائے گی اور وہ کمزور ہوجائے گا، جیسا کہ عموماً اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

(۲) استقرار کے باعث ماں کی صحت خراب ہوجائے گی، مثلاً وہ دماغی الجھن کی شکار ہوگی، کمزوری ونقاہت بڑھ جائے گی، شکم میں سخت درد رہے گا یا اس طرح کی کسی اور پریشانی کا اسے سامنا کرنا پڑے گا۔

(۳) رحم کمزور ہے اور خطرہ ہے کہ استقرار ہوا تو حمل قبل از وقت ضائع ہوجائے گا۔

(۴) ماں یا باپ کو ایسا مرض ہے جس کے باعث یہ اندیشہ ہے کہ بچہ ناقص الخلقت یا معذور پیدا ہوگا۔

(۵) ماں یا باپ کو کوئی ایسا مرض ہے جس سے اندیشہ ہے کہ بچہ بھی متاثر ہوگا، جیسے وہ ایڈز یا دمہ وغیرہ امراض میں مبتلا ہیں، یا ماں کو شدید یرقان کا مرض ہے یا مرض

(۱) مرقاۃ المفاتیح، ص: ۳۵۱، ج: ۶، کتاب النکاح، باب المباشرۃ، اخر الفصل الثانی

موت میں مبتلا ہو چکی ہے۔

(۶) ماں عیسائی یا یہودی ہے جس کے باعث بچے کے عیسائی یا یہودی ہونے کا خوف ہے، یا وہ بد دماغ، بد اخلاق یا آوارہ ہے اور ڈر ہے کہ بچہ اس کی خو، بو اپنا لے گا کہ صحبت عادات وعقائد پر اثر انداز ہوتی ہے۔

(۷) یا اس کے تحت کوئی باندی ہے، جو گھر کے کام کاج کرتی ہے اور اندیشہ ہے کہ حاملہ ہوئی تو ٹھیک سے کام کاج نہ کر سکے گی، یا اُمِّ ولد ہو جائے گی تو آقا کو اس کی بیع کا اختیار نہ ہوگا، یا بچہ غیر نجیب الطرفین ہو جائے گا جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔

آج غلامی کا خاتمہ ہو چکا ہے، مگر یہ مسئلہ اس نوع کے بہت سے مسائل کے حل کا معیار بن سکتا ہے۔

(۸) یا پیدائش آپریشن سے ہوتی ہے اور اسے آپریشن کی تکلیف برداشت نہیں، یا وہاں کوئی مسلم عورت آپریشن کی اہل نہیں اور یہ غیر مسلم مرد یا عورت سے آپریشن نہیں کرانا چاہتی۔

(۹) یا تین بار پیدائش کے لیے آپریشن ہو چکا ہے اور اب استقرار ہوا تو جان کا خطرہ ہے۔

(۱۰) بیوہ سے نکاح کیا تا کہ وہ فریضۂ حج ادا کر سکے اور دونوں بعد حج رشتۂ نکاح ختم کرنا چاہتے ہیں، اس لیے استقرار سے بچنا چاہتے ہیں تا کہ بعد میں بچے کی تربیت کے تعلق سے کوئی مشکل نہ پیدا ہو، نہ ان کے مابین کوئی تعلق رہے تو یہ بھی ایک عذر ہے۔

(۱۱) حاکم یا حکومت نے دھمکی دے دی ہے کہ وہ منع حمل کی تدبیر اختیار کرے ورنہ اسے ملازمت سے برطرف کر دیا جائے گا اور یہ برطرفی اس کے لیے باعث حرج وضرر ہے۔

(۱۲) شوہر غریب ومفلوک الحال ہے، فوری طور پر اسے بچوں کی حضانت وکفالت کے لیے طرح طرح کی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے وہ بچنا چاہتا ہے۔

---

(۱) اشعة اللمعات جلد:۳، ص:۱۳۴-۱۳۳

(۲) الحدیث رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ ص:۳۷۹-۳۷۸ باب الخاتم واشعة اللمعات، ص:۲۰۳، ج:۳

(۱۳) یا (محتاجی کی وجہ سے) ان کو دینی ضروری تعلیم دلانے سے عاجز ہے۔

الغرض یہ اور اس طرح کے دوسرے اعذار کے پائے جانے کی صورت میں حمل سے بچنے کی عارضی تدبیر اختیار کرنا جائز ہے۔اس کی اصل وہ احادیث نبویہ ہیں جن میں کہیں عزل (یعنی جماع کے وقت شرم گاہ سے باہر انزال) سے بچنے کا اشارہ دیا گیا ہے اور کہیں اجازت عطا کی گئی ہے، اور ان کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ عذر نہ ہوتو مکروہ ہے ورنہ بلا کراہت اجازت ہے اور مکروہ سے مراد مکروہِ تنزیہی ہے۔

(الف) حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے سنا کہ:

"لاتقتلوا اولادکم سرا فان الغیل یدرک الفارس فید عثرہٗ عن فرسہ۔"(۱)	اپنی اولاد کو پوشیدہ قتل کرنے کا سبب نہ بنو کہ ان کی ماؤں سے دودھ پلانے کے زمانے میں جماع کرو، کیوں کہ اس حالت میں جماع سے شیر خوار، سوار ہونے کی عمر تک کمزور رہتا ہے۔جس کے باعث وہ مقابلہ میں گھوڑے سے گر کر ہلاک ہوسکتا ہے۔

مرقاۃ المفاتیح میں اس کی تشریح یوں ہے:

"وتوضیحه: أن المرأة إذا جومعت وحملت فسد لبنها، وإذا اغتُذِی به الطفل بقی سوء أثره في بدنه وافسد مزاجه، فاذا صار رَجُلًا ورکب الفرس	اور اس کی توضیح یہ ہے کہ جب کوئی عورت جماع کی وجہ سے حاملہ ہوجائے تو اس کے دودھ میں فساد در آتا ہے، پھر اگر وہی دودھ بچے کو پلا دیا جائے تو اس کا اثر بچے کے بدن میں رہ جاتا ہے اور اس کے

(۱) صحیح مسلم شریف، ص:۴۶۵، ج:۱، باب حکم العزل، مشکوۃ، ص: ۲۷۵، باب المعاشرۃ، الفصل الاول (۲) مرقاۃ المفاتیح، ص:۳۴۴، ص:۶

(۳) صحیح البخاری،، ص:۷۸۴، ج:۲، باب العزل، صحیح مسلم، ص:۴۶۵، ج:۱، باب حکم العزل، مشکوۃ المصابیح، ص:۲۷۵، الفصل الاول من باب المباشرۃ

(۴) مرقاۃ المفاتیح۔ ۳۴۲، ج:۶

فرکضہا ربما أدرکہ ضعف الغیل فیسقط من متن فرسہ وکان ذلک کالقتل، فنہی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الإرضاع حال الحمل۔

ویحتمل أن یکون النہی للرجال، أی لاتجامعوا فی حال الإرضاع کیلا تحبل نساء کم فیہلک الإرضاع فی حال الحمل أولادکم۔ وہذا نہی تنزیہ، لاتحریم۔

قال الطیبی رحمہ اللہ تعالیٰ: نفیہ لأثر الغیل فی الحدیثین السابقین کان إبطالاً لاعتقاد الجاہلیۃ کونہ مؤثرا، وإثباتہ لہ ہنا لأنہ سبب فی الجملۃ مع کون المؤثر الحقیقی۔ ہو اللہ تعالیٰ۔اھ۔"(۱)

مزاج میں فساد پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ جب وہ جوان ہوکر گھوڑ سواری کے لیے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہے تو بسا اوقات اس دودھ سے پیدا ہونے والی کمزوری اپنا اثر دکھاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ گھوڑے کی پشت سے گرجاتا ہے اور یہ اس کے قتل ہی کی طرح ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے حالت حمل میں دودھ پلانے سے منع فرمایا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ممانعت مردوں کے لیے ہو اور مراد یہ ہو کہ: تم دودھ پلانے کی حالت میں جماع نہ کرو تاکہ تمہاری بیویاں حاملہ نہ ہوں اور اس کے سبب تمہارے بچے ہلاکت میں نہ پڑیں اور یہ نہی تنزیہی ہے، تحریمی نہیں۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سابقہ دونوں حدیثوں میں غیل (دودھ پلانے والی عورت سے جماع) کے اثر کی نفی جاہلیت کے اس اعتقاد کو باطل کرنے کے لیے ہے کہ غیل خود ہی موثر ہوتا ہے اور یہاں اس کے اثر کا اثبات اس لیے فرمایا کہ غیل فی الجملہ ایک سبب ہے، اگرچہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۱) صحیح البخاری، ص:۵۹۳، ج:۲، باب غزوۃ بنی المصطلق من خزاعۃ ، صحیح مسلم، ص:۴۶۴، ج:۱، باب حکم العزل، مشکوۃ المصابیح، ص:۲۷۵، الفصل الاول من باب المباشرۃ۔

(۲) مرقاۃ المفاتیح۔ ۳۴۴، ج:۲، باب المباشرۃ

ٹھیک یہی توضیح حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں فرمائی، نیز یہ اضافہ فرمایا:

”وظاہر آن ست کہ نہی وترک نہی ہردو باجتہاد بود، اول نہی کردند بدلیلے کہ روے داد، بعد ازاں بامعانِ نظر حال فارس وروم وعدم تضرر ایشاں ترک نہی کردند چناں کہ مضمونِ حدیث جدامہ دلالت دارد براں۔ فتدبر۔“(۱)	اور ظاہر یہ ہے کہ نہی وترکِ نہی دونوں ہی کی بنیاد اجتہاد پر ہے، لہذا پہلے ایک دلیل کی بنیاد پر ممانعت فرمائی کہ ظاہر کا تقاضا یہی تھا، اس کے بعد جب روم وفارس کے حالات میں غور کیا کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور انھیں کچھ بھی ضرر نہیں ہوتا تو اجازت عطا کردی جیسا کہ حدیث جدامہ کا مضمون بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔

اور کتاب اللباس باب الخاتم فصل ۲ میں ہے:

(۱) فتاویٰ ہندیہ، باب التداوی والمعالجات وفیہ العزل واسقاط الولد، ص:۳۵٦، ج:۵

"کان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم یکره... فساد الصّبِی "ومکروه می داشت فساد صبی را، مراد وطے امرآتے ست کہ شیر می دہد پس حامل می گردد، وبعلت آں شیروے فاسد می کند، وصبی کہ آں شیر رامی خورد نیز فساد وضعف راہ می یا بد ومجامعت امرأۃ رادر حالت ارضاع غیل می خوانند: "غَیْرَ مُحَرِّمِه" در حالتے کہ حکم نہ کنندہ است بحرمت آں۔اھ۔"(۲)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچے کی خرابی صحت (کا سبب اپنانے) کو مکروہ ونا پسند فرمایا، ہاں حرام نہیں قرار دیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر جب دودھ پلانے والی عورت سے جماع کرے گا اور عورت حاملہ ہوجائے گی تو اس کا دودھ خراب ہوجائے گا پھر جس بچے کو وہ دودھ پلا رہی ہے اس کی صحت خراب ہوجائے گی نیز کمزور ہوجائے گا۔ "غیل" دودھ پلانے کی حالت میں کسی عورت سے جماع کرنے کو کہتے ہیں۔ "غَیْرَ مُحَرِّمِه" یعنی اسے حرام نہیں قرار دیا۔

(ب) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میری ایک باندی ہے جو گھر کے کام کاج کرتی ہے اور میں اس سے جماع کرتا ہوں اور مجھے اس کا حمل سے ہونا پسند نہیں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اعزل عنها إن شئت۔"(۱)

چاہو تو اس سے عزل کر سکتے ہو۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

"قال (ابن الهمام) فهذه الاحادیث ظاهرة فی جواز العزل۔اھ۔"(۲)

امام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ان احادیث سے عزل کا جواز ظاہر ہے۔

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(۱) ردالمحتار، ص:۴۱۲، ج:۲، باب نکاح الرقیق، حامدیہ۔

"کنا نعزل والقرأن ینزل۔ متفق علیہ۔ وزاد مسلم: فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینہنا۔"(۳)

ہم نزول قرآن کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے (بخاری ومسلم) یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھی پھر بھی آپ نے ہمیں منع نہیں فرمایا۔

اس کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

"وقال الطیبی رحمہ اللہ: فلم ینہنا عن ذلک الوحی ، ولا السُّنۃ، قال ابن الہمام: العزل جائز عند عامۃ العلماء وکرہہ قوم من الصحابۃ وغیرہم، والصحیح الجواز۔اھ۔"(۴)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی تشریح یہ کی کہ: اس سے ہمیں نہ تو وحی نے روکا اور نہ ہی سنت نے۔ امام ابن ہمام نے فرمایا کہ: عامہ علما کے نزدیک عزل جائز ہے اور بعض صحابہ اور بعد کے کچھ فقہا اسے مکروہ جانتے ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔

(ج) "وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غزوۃ بنی المصطلق فاصبنا سبیا من سبی العرب فاشتہینا النساء واشتدت علینا العزبۃ واحببنا العزل، فاردنا أن نعزل، وقلنا:

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوۂ بنی مصطلق میں شریک ہوئے تو کچھ قیدی عورتیں ہمارے حصے میں آئیں اس وقت ہمیں عورتوں کی خواہش تھی اور بیویوں سے دوری شاق گزر رہی تھی، ساتھ ہی ہم چاہتے تھے کہ عزل کریں، مگر ہم نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے

نعزل ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بین اظہرنا قبل أن نسألہ، فسألناہ عن ذلک، فقال: ماعلیکم أن لا تفعلوا۔متفق علیہ۔"(۱)	آپ سے دریافت کیے بغیر ایسا نہ کریں گے، اس لیے ہم نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: تم پر عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں اور عزل نہ کرنے میں کوئی ضرر نہیں۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

"أی لیس علیکم ضررًا ان لاتفعلوا العزل، وقیل بزیادۃ "لا" ومعناہ: لاباس علیکم ان تفعلوا، ومن ثم یجوز العزل۔اھ۔"(۲)	یعنی عزل نہ کرنے میں تمھیں کچھ ضرر نہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں "لا" زائد ہے اور معنی یہ ہے کہ: "تم پر عزل کرنے میں کچھ حرج نہیں" اور اسی لیے عزل جائز ہے۔

(د) فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"رجل عزل عن امرأتہ بغیر اذنہا لما یخاف من الولد السوء فی ہذا الزمان۔ فظاہر جواب الکتاب أن لا یسعہٗ و ذکر ھنا "یسعہٗ" لسوء ھذا الزمان۔ کذا فی الکبریٰ ولہ منع امرأتہ من العزل۔ کذا فی الوجیز للکردری۔اھ۔"(۱)	اگر کوئی شخص آج کے زمانے میں بچے کے بگاڑ کے اندیشے سے بیوی کی اجازت کے بغیر عزل کرے تو کتاب الاصل (مبسوط امام محمد علیہ الرحمہ) کا ظاہر جواب یہ ہے کہ اس کی اجازت نہیں ہے، مگر یہاں مذکور ہے کہ وہ شخص فسادِ زمانہ کی وجہ سے ایسا کر سکتا ہے۔ ایسا ہی کبریٰ میں ہے اور اسے اپنی زوجہ کو عزل سے روکنے کا پورا اختیار حاصل ہوگا، ایسا ہی وجیز کردری میں ہے۔

(۱) ردالمحتار ص:۴۱۲، ج:۲، مطلب فی حکم اسقاط الحمل، باب نکاح الرقیق

(۵) تنویر الابصار و در مختار باب نکاح الرقیق میں ہے:

”والإذن فی العزل لمولی الأمة، لالها، لأن الولد حقه، ویعزل عن الحرة باذنها۔ لکن فی الخانیة: أنه یباح فی زماننا لفساده، قال الکمال: فلیعتبر عذرا مسقطا لإذنها ویعزل عن امته بغیر اذنها بلا کراہة۔ اھ۔ملخصًا۔“

باندی سے عزل کرنے کی صورت میں اذن آقا سے لیا جائے گا، نہ کہ باندی سے۔ کیوں کہ اولاد پر حق آقا کا ہے۔ ہاں آزاد عورت سے خود اس کی اجازت لے کر عزل کرے۔ لیکن خانیہ میں ہے کہ ہمارے زمانے میں اولاد کے بگاڑ کی وجہ سے بغیر بیوی کی اجازت کے بھی عزل مباح ہے۔ امام کمال بن ہمام فرماتے ہیں کہ اولاد کے بگاڑ کو اب ایسا عذر تسلیم کر لینا چاہیے جس کی وجہ سے بیوی سے اذن کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔ ہمارے زمانے میں فساد کے پیش نظر بغیر اجازت عزل کرنا مباح ہے۔ ہاں باندی سے اس کی اجازت کے بغیر بھی عزل کر سکتا ہے۔

ردالمحتار میں ”قال الکمال“ کے تحت ہے:

(۱) هدایه کتاب الکراهیة، ص:۴۴۵-۴۴۳، ج:۴

(۲) الاشباہ والنظائر، ص:۱۰۸، القاعدۃ الخامسة من الفن الاول، الضرر یزال۔ نول کشور

"عبارته: وفی الفتاویٰ: إن خاف من الولد السوء فی الحرة یسعه العزل بغیر رضاها لفساد الزمان فلیعتبر مثله من الأعذار مسقطًا لاذنها اھ۔ وقول الفتح: فلیعتبر مثله: یحتمل أنه أراد إلحاق مثل ہذا العذر به کأن یکون فی سفر بعید أو فی دار الحرب فخاف علی الولد، أو کانت الزوجة سیئة الخلق ویرید فراقها فخاف ان تحبل۔ اھ۔ ملخصًا۔"(۱)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر بچے کے بد اطوار ہونے کا اندیشہ ہو اور عورت آزاد ہو تو بھی شوہر بیوی کی رضا مندی کے بغیر عزل کر سکتا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے اعذار بیوی سے اذن کے حکم کو ساقط کر دیں گے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ فتح کے قول: "فلیعتبر مثله" (اس طرح کے اعذار معتبر ہوں گے) سے ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد اس طرح کے اعذار کو عذر مسقط کے ساتھ لاحق کرنا ہو، مثلاً دور دراز سفر یا دارالحرب میں ہو اور بچے کی جان کا اندیشہ ہو یا بیوی کی بد خلقی کی بنا پر اس سے جدائی کا ارادہ رکھتا ہو اس لیے اس کے حاملہ ہونے سے ڈرتا ہو تو اسے بیوی سے پوچھے بغیر عزل کی اجازت ہے

ان احادیث اور شرح احادیث اور فقہی عبارات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اوپر جو تیرہ اعذار بیان کیے گئے ہیں وہ شرعاً قابل قبول اعذار ہیں اور ان کے پائے جانے کی صورت میں عزل بلا کراہت جائز ہے۔

مانع حمل تدابیر کے احکام: اب اس کی روشنی میں عصر حاضر میں پائے جانے والے عارضی مانع حمل تدابیر کے احکام بھی سمجھے جا سکتے ہیں۔

موجودہ دور میں حمل کی عارضی روک تھام کے لیے درج ذیل تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔

(۱) **نرودھ یا کنڈوم**: یہ مرد کے آلہ تناسل پر اس کے غلاف کی طرح استعمال کیا

جاتا ہے۔اس حیثیت سے یہ عزل کے مشابہ ہے کہ مرد کا مادۂ منویہ عورت کی شرم گاہ یا رحم میں گرنے سے روک دیتا ہے۔

(۲) لوپ، (۳) ڈایا فرام: یعنی رحم کی ٹوپی۔ یہ دونوں چیزیں عورت کے رحم کے منہ پر لگا دی جاتی ہیں، جو اس کے اندر مرد کا مادۂ منویہ پہنچنے سے روکتی ہے۔

(۴) جیلی اور جھاگ دار گولیاں: وقتِ خاص میں عورت اپنے مقام خاص میں اس کا استعمال کرتی ہے، اس کی وجہ سے مرد کی منی رحم تک نہیں پہنچ پاتی۔

یہ تینوں بھی عزل کے حکم میں ہیں کہ ان کا مقصد اور کام تقریباً وہی ہے جو عزل کا ہے۔اب ان تینوں کا رواج کم ہو رہا ہے، پرانے زمانے میں اس مقصد کے لیے عورتیں رحم کا منہ بند کر دیتی تھیں یا اندر روئی وغیرہ رکھ کر یہ مقصد حاصل کرتی تھیں۔ جیسا کہ عنقریب اس کا جزئیہ آرہا ہے۔

(۵) کاپرٹی: یہ انگریزی کے حرف ''T'' کی شکل کا ایک خاص قسم کی دھات ''کاپر'' کا ایک ہلکا سا آلہ ہوتا ہے، جسے رحم کے منہ کے قریب فٹ کر دیا جاتا ہے۔ یہ کام ڈاکٹر مرد یا عورت کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔ یہ بھی سدِّ فمِ رحم کے مشابہ ہے جس کا ذکر علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یوں کیا ہے:

"اخذ فی النہر من ھذا (أی من جواز العزل) ومما قدَّمه الشارح من الخانية والكمال: أنه يجوز لها سَدُّفِم رحمها كما تفعله النساء مخالفا لما بحثه فی البحر: من أنّهٔ ينبغی أن يكون حراما بغير اذن الزوج قياسًا على عزله بغير إذنها، قلت: لكن فی البزازية: أنَّ له منع امرأتِهٖ عن العزل اھ۔ نعم، النظر إلى فساد الزمان يفيد الجواز من الجانبين فما فی البحر مبنیٌ على ما ہو اصل المذہب، وما فی النہر على ماقالهٗ المشائخ۔ واللّٰہ الموفق۔ اھ۔"(۱)

نہر میں عزل کے جواز سے، نیز خانیہ اور کمال ابن ہمام صاحب فتح کی گزشتہ عبارات سے جو شارح تنویر نے نقل کی ہے یہ حکم اخذ کیا ہے کہ عورت کے لیے رحم کا منہ بند کرنا جائز ہے، جیسا کہ عورتیں کیا کرتی ہیں۔ مگر یہ اخذ یا نکتہ آفرینی بحر کی اس بحث کے خلاف ہے کہ بغیر شوہر کی اجازت کے رحم کا منہ بند کرنا ناجائز ہے، جیسا کہ بغیر بیوی کی اجازت کے عزل کرنا ناجائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بزازیہ میں تو یہ بھی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو عزل سے روک سکتا ہے، البتہ فساد زمانہ کی طرف نظر کرتے ہوئے جانبین کا عزل کرنا جائز ہے۔ لہذا بحر اور نہر کی عبارتوں میں تطبیق یوں ہوگی کہ بحر میں جو حکم ذکر کیا گیا ہے وہ اصل مذہب ہے، اور نہر میں جو مذکور ہے وہ مشائخ کا قول ہے۔

"کاپرٹی" نرودھ وغیرہ کی طرح آسانی کے ساتھ میاں بیوی نہیں لگا سکتے، بلکہ اس کے لیے ڈاکٹر کی خدمات حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے اور بلا ضرورتِ شرعیہ اجنبی مرد

(۱) فتاویٰ ہندیہ، ص:۳۵۵، ج:۵، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات وغمز العيون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر، ص:۱۰۸، القاعدۃ الخامسۃ من الفن الاول، نقلاً عن التہذيب، نول كشور

اور اجنبی عورت بالخصوص کافر، کافرہ کے سامنے شرم گاہ کھولنا اور انھیں ان کے چھونے اور اس میں ہاتھ داخل کرنے کا موقع دینا جائز نہیں۔ چناں چہ ہدایہ کتاب الکراہیۃ میں ہے:

"ویجوز للطبیب أن ینظر الی موضع المرض منہا للضرورۃ وینبغی أن یّعلّم امرأۃ مداواتہا لأنّ نظر الجنس إلی الجنس اسہل ... وینظر الرجل من الرجل إلی جمیع بدنہ إلا إلی مابین سُرّتِہٖ إلی رکبتہ وتنظر المرأۃ إلی مایجوز للرجل أن ینظر إلیہ من الرجل لوجود المجانسۃ وانعدام الشّہوۃ غالبًا۔اھ۔ملخصًا۔"(۱)

اور طبیب کے لیے بہ وجہِ ضرورت عورت کے مرض کے مقام کو دیکھنا جائز ہے۔اور ہونا تو یہ چاہیے کہ کسی عورت کو عورتوں کے علاج کی تعلیم دی جائے کیوں کہ جنس کا ہم جنس کو دیکھنا سہل تر ہے۔مرد ناف سے گھٹنوں تک کے علاوہ دوسرے مرد کا سارا بدن دیکھ سکتا ہے، اور یوں ہی عورت بھی ان اعضا کے علاوہ دوسری عورت کا سارا بدن دیکھ سکتی ہے کہ دونوں ہم جنس ہیں ساتھ ہی یہاں شہوت بھی معدوم ہے۔

نیز ہدایہ میں ہے:

(۱) سورۃالنسآء۴،آیۃ۱۱۷-تا-۱۱۹،وَالْمُحْصَنٰتُ۵

(۲) مدارک التنزیل،ص:۲۵۲،ج:۱،بمبئی

(۳) سورۃالبقرۃ۲،آیۃ۱۶۸،سیقول۲-و-سورۃالأنعام۶،آیۃ:۱۴۳،وَلَوْاَنَّنَا۸

”وحکم العورة، فی الرکبة أخف منه فی الفخذ، وفی الفخذ أخف منه فی السوءة حتی أن کاشف الرکبة ینکر علیه برفق وکاشف الفخذ یعنف علیه وکاشف السّوءَة یؤدّب إن لج۔اھ۔“	گھٹنے کے چھپانے کا حکم ران کی بہ نسبت ہلکا اور ران کے چھپانے کا حکم شرم گاہ سے ہلکا ہے، حتی کہ اگر کوئی شخص گھٹنا کھولے تو اسے نرمی سے سمجھایا جائے گا اور اگر ران کھولے تو اس کی سرزنش کی جائے گی اور شرم گاہ کھولے تو اس کو سزا دی جائے گی جب کہ اس سے باز نہ آئے۔

اور شرم گاہ کو بلا ضرورت شرعیہ چھونا اور دوسرے کے چھونے پر راضی ہونا تو دیکھنے سے زیادہ سخت حرام اور گناہ ہے۔ لہذا عام حالات میں معمولی اعذار کی بنا پر کاپرٹی لگوانے کے لیے اجنبی مرد یا عورت بالخصوص کافر، کافرہ کے سامنے ”عورتِ غلیظ“ کھولنا، دکھانا، اسے چھونے، پھر اس کے اندر ہاتھ داخل کرنے کا موقع دینا متعدد گناہوں اور حرام کاموں کا مجموعہ ہے۔ ہاں اگر استقرار کی وجہ سے جان جانے، کوئی عضو تلف ہونے، یا ایڈز یا کینسر کا مرض پیدا ہونے کا صحیح خطرہ ہو، یا اس کے لیے کسی عدو وغیرہ کی جانب سے اکراہ کی حالت پیدا ہو جائے تو کاپرٹی لگوانے کی اجازت ہوگی کہ اب ضرورتِ شرعیہ متحقق ہے۔ اور فقہ کا مسلم ضابطہ ہے: ”الضرورات تبیح المحظورات۔“ ضرورت شریعہ ممنوعات کو مباح کر دیتی ہے۔ (۲)

یا شوہر کاپرٹی لگانا سیکھے، پھر خود لگائے، یا عورت سیکھ کر اپنے ہاتھوں لگائے۔

خلاصۂ جواب: یہ ہے کہ:

(الف): اگر درج بالا اعذار کے مثل کوئی عذر نہ پایا جاتا ہو تو صرف کسی فرد یا

(۱) ھدایہ، ص: ۵۸۹، ج: ۴، کتاب الدیات (۲) عنایہ، ص: ۲۷۱، ج: ۹، کتاب الدیات

(۳) بحر الرائق، ص: ۳۳۳، ج: ۸، کتاب الدیات (۴) البحر الرائق، ص: ۳۳۱، ج: ۸، کتاب الدیات

ادارے کی ترغیب وتحریص پر عزل کرنا یا نرودھ، لوپ، ڈایا فرام کا استعمال مکروہ ہوگا۔ اور اگر کسی عذر کی بنا پر اس طرح کی کوئی عارضی تدبیر اختیار کرے تو یہ بلا کراہت جائز ہوگا۔

(ب) :اور کاپرٹی اگر عورت خود لگائے یا اس کا شوہر لگائے تو اس کا حکم اسی تفصیل مذکور کے مطابق ہے اور اگر کوئی اجنبی مرد یا عورت لگائے اور ضرورت شرعیہ متحقق نہ ہو تو یہ متعدد وجوہ سے حرام وگناہ ہے۔

عارضی منع حمل کی ایک تدبیر کھانے کی گولیاں ہیں مگر یہ گولیاں ۳۵/سال سے زائد عمر والی عورت کے لیے مضر ہیں۔ جسے پیلیا یا شکر کا مرض ہے، اس کے لیے بھی مضر ہیں۔ ان کے سوا عورتوں کو بھی کھانے سے چکر آتا ہے، متلی آتی ہے، جو کبھی دو تین ماہ میں ٹھیک ہوجاتی ہے، کبھی علاج سے ٹھیک ہوتی ہے اور کبھی مستقل دردسر بن جاتی ہے۔ اس تفصیل کے پیش نظر کھانے کی گولیوں کا حکم یہ ہے کہ ۳۵/سال سے زیادہ عمر والی عورت اور پیلیا یا شکر کی مریض عورت کو یہ گولیاں کھانی مکروہِ تحریمی وناجائز ہے۔ کہ ان کا ضرر ایسی عورتوں کے بارے میں تقریباً متحقق ہے۔

ان کے سوا جن عورتوں کو یہ گولیاں ہلکا ضرر پہنچاتی ہیں، پھر ان کی طبیعت کسی طرح ان کو گوارا کرلیتی ہے، انھیں بلا عذر شرعی یہ گولیاں کھانا مکروہ تنزیہی ہے اور عذر شرعی ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔ اور جن عورتوں کی طبیعت انھیں قبول نہیں کرپاتی اور ان کے کھانے کی وجہ سے وہ حرج وضرر میں مبتلا رہتی ہیں، انھیں یہ گولیاں کھانی ناجائز ہے۔ ٹھیک یہی احکام انھیں تفصیلات کے مطابق مانع حمل کیپ سول اور انجکشن کے بھی ہیں۔

الغرض حمل سے روک تھام کے لیے یہ چھ سات عارضی تدابیر ہیں جن کے احکام اوپر تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے۔ ان میں سب سے مناسب اور بے ضرر تدبیر نرودھ کا صحیح استعمال ہے۔ درج بالا اعذار کی صورت میں اچھی کمپنی اور اچھی کوالٹی کا بیش قیمت

(۱) فتاویٰ عالم گیری، ص:۲۶، ج:۶، باب الدیة

(۲) سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیة ۳۶، سُبْحٰنَ الَّذِیْ ۱۵

نرودھ جانچ کر کے استعمال کریں تو کاپرٹی وغیرہ سے نجات رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۲)--کارپوریشن وغیرہ کا ممبر ہونے کے لیے نس بندی۔

گرام پنچایت، میونسپلٹی بورڈ و کارپوریشن کا ممبر ہونے یا ممبری کی بقا کے لیے اگر کبھی خدانخواستہ عارضی مانعِ حمل تدابیر میں سے کسی تدبیر کو اختیار کرنا لازم کر دیا جائے تو دفع ضرر و جلب منفعت کے لیے نرودھ کے استعمال کی اجازت ہوگی۔ گولیاں کھانے کی عمر ہو تو بھی اس سے بچنا چاہیے اور کاپرٹی کے حکم میں یہاں بھی وہی تفصیل ہوگی جو پہلے گزر چکی۔

اور منعِ حمل کی دائمی ترکیب تو نس بندی ہے، یا نس بندی کے حکم میں ہے، وہ بہر حال حرام و گناہ ہے، اس کی قطعاً اجازت نہیں جیسا کہ عنقریب دلیل کی روشنی میں اس کی وضاحت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۳)-ترغیبات ضبط ولادت سے متاثر ہو کر حمل کی روک تھام

عارضی منع حمل کی تدابیر کے احکام تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے کہ بلا عذر شرعی نرودھ وغیرہ کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے اور بلا ضرورت شرعیہ کاپرٹی کا استعمال حرام و گناہ ہے۔

اور منع حمل کی دائمی ترکیب و دوا کا استعمال سخت حرام و گناہ ہے جب کہ اس کے باعث قوت تولید ختم ہو جائے جیسا کہ یہی ظاہر ہے۔ دلیل نیچے آرہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۴)-مذہبی یا جسمانی ضرر کے اندیشہ سے عورت کی نس بندی

ضرورتِ شرعیہ کی وجہ سے محظورات قطعیہ مباح ہو جاتے ہیں، مگر اس کے لیے

یہ ضروری ہے کہ محظور کے سوا اور کسی ذریعہ سے جان یا مذہب کی حفاظت ممکن نہ ہو۔ بس ایک وہی آخری چارۂ کار ہے جیسا کہ تداوی بالحرام (حرام چیز سے علاج) کے مسئلے میں فقہاے کرام نے یہ صراحت فرمائی ہے۔ مثلاً فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"یجوز للعلیل شرب الدم والبول، وأکل المیتة للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم أن شفاء ه فیه ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه۔ وان قال الطّبیبُ: یتعجل شفاء ک، فیه وجهان۔ هل یجوز شرب العلیل من الخمر للتداوی إذا لم یجد شیئًا یقوم مقامه؟ فیه وجهان۔ کذا فی التُمُرْ تَاشی۔اهـ"(۱)	مریض کو علاج کی خاطر خون یا پیشاب پینا اور مردار کھانا جائز ہے، بشرطے کہ کسی مسلم طبیب نے کہا ہو کہ وہ اس سے شفایاب ہوگا۔ نیز اس کے بجائے کوئی مباح شے دستیاب نہ ہو اور اگر طبیب نے یہ کہا کہ ان چیزوں کے استعمال سے تم جلد شفایاب ہو جاؤ گے تو اس صورت میں بعض فقہا نے جواز اور بعض فقہا نے عدم جواز کا قول کیا ہے اور رہا یہ کہ علاج کے لیے قلیل مقدار میں شراب استعمال کرنا جب کہ اس کے بجائے کوئی مباح شے دستیاب نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ تو اس صورت میں بھی فقہا کے دونوں ہی طرح کے اقوال موجود ہیں، ایسا ہی امام تمرتاشی کی شرح جامع صغیر میں ہے۔

اس کو سامنے رکھ کر اب نس بندی، قوتِ تولید کو ہمیشہ کے لیے ضائع کر دینے والی دوا اور خصی ہونے کا شرعی جائزہ لیجیے۔

(الف) خصی ہونے اور نس بندی کے حرام ہونے کے متعدد وجوہ :

نس بندی مرد کی ہو یا عورت کی، متعدد وجوہ سے حرام و گناہ ہے۔

پہلی وجہ یہ کہ تغییر خلق اللہ ہے، یعنی اللہ کی بنائی ہوئی چیز کو بگاڑنا۔

دوسری وجہ یہ کہ منفعت تولید و تناسل کو ضائع و برباد کرنا ہے جو شرعاً بہت بڑا جرم

ہے۔ فقہائے کرام نے اسے جنایات سے شمار کیا ہے۔ خصی ہونے میں بھی حرمت کی یہ دونوں علتیں موجود ہیں اس لیے وہ بھی حرام وگناہ ہے اور احادیث نبویہ میں تو صریح الفاظ میں خصی ہونے سے ممانعت بھی ہے۔

سورۂ نساء میں تغییر خلق اللہ کا پس منظر یوں بیان کیا گیا ہے:

"وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلاَّ شَیْطَانًا مَّرِیْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔"(۱)

کافر نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو، جس پر خدا نے لعنت کی اور وہ بولا میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا ٹھہرا ہوا حصہ لے لوں گا اور میں ضرور انھیں بہکا دوں گا اور ضرور میں خیالی لالچوں میں ڈالوں گا اور ضرور انھیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور بیشک انھیں حکم دوں گا کہ اللہ کی بنائی چیز کو بگاڑیں گے۔

تفسیر مدارک شریف میں ہے:

"فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ" بِالْخَصَاءِ اَوِ الْوَشم أو تغییر الشیب بالسواد أو التخنث۔اھ۔باختصار۔(۲)

خصی ہونا، بدن میں گودنا، سفید بالوں کو سیاہ کرنا اور مخنث بننا اللہ کی بنائی چیز کو بگاڑنا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی بنائی چیز کو بگاڑنا شیطان لعین کے حکم کی پیروی ہے جو بلاشبہہ حرام وگناہ ہے۔ سورۂ بقرہ وسورۂ انعام میں ہے:

"وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔"(۳)

شیطان کے قدم پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

منفعت تولید وتناسل کو برباد کرنا حرام وگناہ ہے۔ اگر کوئی دوسرے کی یہ

منفعت ضائع کر دے تو اس پر خون بہا واجب ہوتا ہے، جسے فقہ کی زبان میں دیت کہا جاتا ہے۔ چناں چہ ہدایہ کتاب الدیات میں ہے:

"ومن ضرب صلب غيره فانقطع ماء ه يجب الدية لتفويت جنس المنفعة۔"(۱)	کسی نے دوسرے کی ریڑھ کی ہڈی پر اس طرح مارا کہ اس کے باعث اس کا مادۂ تولید ختم ہو گیا تو جنس منفعت کو برباد کر دینے کی وجہ سے مارنے والے پر خون بہا واجب ہوگا۔

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

"(لِتَفْوِيت جنس المنفعة) يعني منفعة النسل۔ اھ۔"(۲)	"جنس منفعت" کو فوت کرنے سے مراد "منفعت نسل کی جنس" کو ضائع و برباد کرنا ہے۔

ایسا ہی بحر الرائق، کتاب الدیات میں بھی ہے، الفاظ یہ ہیں:

"ومن ضرب صلب رجل فانقطع ماء ه تجب الدية لأن فيه تفويت جنس المنفعة۔" اھ(۳)	کسی مرد کی ریڑھ کی ہڈی پر یوں مار دیا کہ اس کا مادۂ تولید ختم ہو گیا تو مارنے والے پر دیت واجب ہے کیوں کہ اس نے جنس منفعت کو تباہ کر دیا۔

نیز بحر الرائق میں ہے:

(۱) ردالمحتار ص:۴۱۲، ج:۲، مطلب حکم اسقاط الحمل، باب نکاح الرقیق

"وفي المنتقى عن محمد إذا قطع إحدىٰ أُنْثَيَيْهِ فانقطع ماء ه تجب دية ونصف۔ ولا يعلم ذهاب الماء إلا باقرار الجاني فإن قطع الباقي من إحدى الانثيين يجب نصف الدية۔اھ۔"(۴)

منتقی میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے دوسرے کا ایک خصیہ کاٹ دیا، جس کی وجہ سے اس کا مادۂ منویہ ختم ہوگیا تو مجرم پر مادۂ منویہ کے بدلے ایک دیت اور خصیہ کے بدلے نصف دیت لازم ہوگی، اور اگر اس نے دوسرے خصیہ کو بھی کاٹ دیا تو نصف دیت اور واجب ہوگی، منی کے جاتے رہنے کا علم جانی (مجرم) کے اقرار سے ہی ہوگا۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"والاصل في الاطراف انه اذا فوّت جنس المنفعة على الكمال أوازال جمالا مقصودًا في الأدمي على الكمال يجب كل الدية۔اھ۔"(۱)

اعضا کو نقصان پہنچانے کے باب میں دیات کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ جب کوئی کسی آدمی کی جنس منفعت کو، یا جمال مقصود کو کامل طور پر برباد کردے تو پوری دیت واجب ہوگی۔

وجوبِ دیت اور اس کا قاعدۂ کلیہ ہی ہمارے استدلال کی بنیاد ہے اور نس بندی میں یہ علت ضرور پائی جاتی ہے ساتھ ہی وجوب دیت کا قاعدۂ کلیہ بھی جاری ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی زبردستی کسی مرد یا عورت کی نس بندی کردے تو اس پر ایک کامل خون بہا واجب ہوگا، اور اگر زبردستی نہ ہو تو بھی یہ فعل حرام و گناہ ضرور ہوگا۔ اس کے حق میں بھی جو نس بندی کرے اور اس کے حق میں بھی جو نس بندی کرائے۔

تیسری وجہ یہ کہ بدن اپنے تمام اجزا کے ساتھ بندے کے پاس اللہ عزوجل کی امانت ہے اور امانت میں خیانت بہر حال حرام و گناہ ہے، چاہے جو بھی کرے۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

”اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔“(۲) بے شک کان آنکھ اور دل سب کے بارے میں سوال ہوگا۔

اسی وجہ سے خودکشی بھی حرام قرار دی گئی۔

یہاں سے بخوبی عیاں ہوگیا کہ خصی ہونا اور مرد یا عورت کی نس بندی تین تین وجوہ سے حرام قطعی اور گناہِ کبیرہ ہے۔

(ب) کسی دوا کے ذریعہ منفعت تولید کو ختم کردینا بھی حرام قطعی وگناہِ کبیرہ ہے کہ یہ جنس منفعت کو کلی طور پر برباد کردینا ہے جس کی حرمت ابھی واضح کی گئی اور یہ مقصدیت کے لحاظ سے تغییر خلق اللہ بھی ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔

جب قوت تولید کو برباد وختم کرنے کی دونوں ہی صورتیں حرام وگناہ ہیں تو بلا ضرورتِ شرعیہ ہرگز اس کی اجازت نہ ہوگی۔ اچھی کمپنی اور اچھی کوالٹی کا نرودھ جانچ کر کے استعمال کیا جائے، مزید احتیاط مقصود ہوتو اسے ڈبل کرلیا جائے تو اس سے استقرارِ حمل کے ضررِ مظنون سے حفاظت ظن غالب کی حد تک یقینی ہے۔ مزید حفاظت کے لیے عورت ڈایا فرام اور اس کا متبادل بھی لگا سکتی ہے۔ تو تین تین طرح سے حفاظت کی یہ تدبیر حمل کے ضررِ مظنون کا تقریباً خاتمہ کردیتی ہے۔ اس لیے ضرورت واضطرار، نس بندی کے لیے یا قوتِ تولید کو ختم کردینے والی دوا کے لیے ہرگز متحقق نہیں، لہٰذا دائمی مانع حمل تدابیر کا اختیار کرنا حرام وگناہ ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے کلی اجتناب کریں اور اللہ عزوجل کی ذات سے خیر کی پوری توقع رکھتے ہوئے اس پر توکل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۵)- غربت ومفلوک الحالی کے خوف سے منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا

(۱) الفتاویٰ الھندیۃ، ص: ۳۵۶، ج: ۵، باب التداوی والمعالجات

ناجائز و گناہ ہے کہ یہ اعتقاد اسلامی فکر کے خلاف ہے۔ بندے کو چاہیے کہ امیری، غریبی ہر حال میں خدا سے راضی رہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے جو حالت پسند فرمائے یہ بھی اسے اپنے لیے پسند کرے۔ مسلمان کا اصل مقصد اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے نہ کہ تونگری وخوش حالی۔ لہٰذا تونگری وخوش حالی کو مرضیِ مولیٰ پر ترجیح نہ دیں۔

ہاں جسمانی لاغری وناتوانی کی صورت میں عزل کی طرح وقتی اور عارضی منعِ حمل کی غیر مضر ترکیب اختیار کرنی جائز ہے جیسا کہ جواب نمبر ا رمیں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا اور اگر وہ پہلے ہی سے غربت ومفلوک الحالی میں مبتلا ہے، بیوی اور اولاد کے سبب اسے طرح طرح مشقتوں میں مبتلا ہونا پڑے گا، زحمتیں ہوں گی اور وہ اس کے لیے تیار نہیں تو نکاح نہ کرکے روزے رکھے، یا نکاح کرلے جب کہ بیوی کے لیے خوراک، پوشاک، رہائش کا انتظام کرسکتا ہو اور مزید مشقتوں سے بچنے کے لیے چاہے تو عزل کرے، یا نرودھ لگائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۶) -- ''اسقاطِ حمل'' کب جائز، کب ناجائز؟

اس مسئلے کے تعلق سے رد المحتار میں یہ وضاحت کی گئی ہے:

(۱) الفتاویٰ الهندیه، باب التداوی والمعالجات وفیه العزل واسقاط الولد، ص:۳۵۶، ج:۵،

"قال فی النہر: بقی، ہل یباح الإسقاط بعد الحمل؟ نعم! یباح مالم یتخلّق منہ شئ، ولن یکون ذلک الا بعد مائۃ وعشرین یوماً، وہذا یقتضی انہم ارادوا بالتخلیق نفخ الروح، وإلاّفہو غلط، لأن التّخلیق یتحقق بالمشاہدۃ قبل ہذہ المدّۃ کذا فی الفتح، وإطلاقہم یفید عدم توقف جواز إسقاطہا قبل المدّۃ المذکورۃ علی اذن الزوج۔
وفی کراہۃ الخانیۃ: ولا أقول بالحلّ، اذ المحرم لوکسر بیض

نہر میں ہے کہ اب باقی رہا یہ مسئلہ کہ حمل ٹھہرنے کے بعد اسقاط جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حمل کے بعد جب تک کچھ تخلیق نہ ہوئی ہو اسقاط جائز ہے اور تخلیق ۱۲۰/ دن کے بعد ہی ہوتی ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تخلیق سے فقہا کی مراد "نفخ روح" ہو، ورنہ تخلیق کی مدت ۱۲۰/ دن قرار دینا صحیح نہ ہوگا، کیوں کہ اصل تخلیق کا آغاز تو اس مدت سے پہلے ہی ہوجاتا ہے، ایسا ہی فتح القدیر میں ہے۔ اور فقہا کا مطلقاً اسقاط کی اجازت دینا اس بات کا افادہ کرتا ہے کہ مذکورہ مدت سے پہلے اسقاط کا جائز ہونا شوہر کی اجازت پر موقوف نہیں ہے۔ اور خانیہ کی "کتاب

(۱) بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف، اول کتاب النکاح، ص:۲۶۷
(۲) رواہ مسلم فی کتاب الایمان، ص:۲۲، ج:۱، مجلس البرکات

الصيد ضمنهٗ، لأنه أصل الصيد۔ فلمّا كان يؤاخذ بالجزاء فلا أقلّ من أن يلحقها إثمٌ ہنا إذا أسقطت بغير عذر۔اھ۔

قال ابن وہبان: ومن الأعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لأبي الصبّي ما يستاجر به الظئر ويخاف ہلاكه، ونقل عن الذخيرة: لو ارادت الإلقاء قبل مضی زمن ينفخ فيه الروح ہل يباح لها ذٰلک، ام لا؟ اختلفوا فيه، وكان الفقيه علی بن موسیٰ يقول: إنه يكره، فإن الماء بعد ما وقع فی الرحم مآلهٗ الحياة، فيكون له حكم الحياة كما في بيضة صيد الحرم، ونحوهٗ في الظهيرية، قال ابن وہبان: فإباحة الإسقاط محمولة على حالة العذر أو أنها لا تأثم إثم القتل۔اھ۔

وبما في الذخيرة تبيّن أنّهم ما ارادوا بالتخليق إلا نفخ الروح

الکراہیۃ“ میں ہے کہ ”میں اسقاط کی حلت کا قائل نہیں، کیوں کہ اگر محرم نے شکار کا انڈا توڑ دیا تو اسے اس کا تاوان دینا ہوتا ہے، کیوں کہ انڈا ہی شکار کی اصل ہے اور جب انڈا توڑنے والے پر تاوان لازم ہوتا ہے تو بلا عذر اسقاطِ حمل کی صورت میں کم از کم گناہ ضرور لازم ہوگا۔“ ابن وہبان نے کہا کہ: ”اعذار سے یہ بھی ہے کہ حاملہ ہونے کے بعد عورت کا دودھ منقطع ہوجائے اور بچے کے باپ کے پاس اتنی وسعت نہ ہو کہ وہ کسی دودھ پلانے والی کو اجرت پر رکھ سکے اور ساتھ ہی بچے کی ہلاکت کا اندیشہ بھی ہو۔“ اور ”ذخیرہ“ سے نقل کیا کہ: نفخ روح کی مدت (۱۲۰/دن) سے پہلے اگر عورت حمل کو ساقط کرنا چاہے تو یہ مباح ہے یا نہیں؟ اس میں فقہا کا اختلاف ہے فقیہ علی بن موسیٰ کا قول یہ ہے کہ اسقاط مکروہ ہے، کیوں کہ مرد کا پانی جب عورت کے رحم میں پہنچ گیا تو اب انجام کار اس میں جان پڑ جائے گی، لہٰذا اس کے لیے جان دار ہی کا حکم ہوگا، جیسا کہ حرم کے شکار کے انڈے کا حکم ہے، ایسا ہی ظہیریہ میں ہے۔ ابن وہبان کہتے ہیں کہ: اس تفصیل سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اسقاط کا مباح ہونا حالت عذر پر محمول ہے یا یہ مراد ہے کہ وہ قتل انسان جیسے جرم عظیم

وأن قاضی خان مسبوق بما مرّ من التفقه، واللّٰہ تعالیٰ الموفق۔ اھ۔"کلام النہر۔ ح-اھ(۱)

کے گناہ میں ملوث نہ ہوگی، مگر گنہ گار تو ہوگی نیز "ذخیرہ" کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقہا کے یہاں اس مقام پر تخلیق سے مراد "نفخ روح" ہے۔

ان عبارات کا خلاصہ قدرے وضاحت کے ساتھ یہ ہے کہ:

❁ حمل میں جان پڑ جانے کے بعد اسے ضائع کرنا حرام و گناہ ہے، کیوں کہ یہ ناحق ایک معصوم اور محترم انسان کا قتل ہے۔ حمل میں جان پڑ جانے کی مدت چار ماہ یعنی ایک سو بیس دن ہے۔

❁ اور اگر ابھی حمل میں جان نہ پڑی ہو تو اس کے اسقاط کے جواز و عدم جواز میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ امام فخر الدین قاضی خان اور علامہ ابن وہبان اور فقیہ علی بن موسیٰ اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ مُحْرِم (جس نے حج یا عمرے کا احرام باندھا) نے اگر شکار کے انڈے توڑ دیئے تو اس پر جزا واجب ہوتی ہے۔ جو اس کے ناجائز و گناہ ہونے کا کھلا ثبوت ہے، حالاں کہ انڈے میں جان نہیں ہوتی، ہاں اس میں جان پڑنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسقاط حمل والے اس مسئلہ میں بھی گو کہ حمل میں ابھی جان نہیں پڑی ہے لیکن اس میں جان پڑنے کی صلاحیت ہے، اس لیے یہاں اگر جزا (دیت) نہیں واجب ہوتی ہے تو کم سے کم گناہ تو ضرور ہوگا۔ صاحب فتاویٰ ظہیریہ نے بھی اس باب میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔

❁ اس کے برخلاف ایک رائے اباحت کی بھی پیش کی گئی ہے۔ اس رائے کے ہم نوا یہ بھی کہتے ہیں کہ حمل میں جان پڑنے سے پہلے عورت کو اسقاط کے لیے شوہر سے اجازت حاصل کرنے کی بھی حاجت نہیں۔

❁ بہ ظاہر دونوں رایوں میں منافات پائی جاتی ہے۔ مگر علامہ ابن وہبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دونوں میں یہ تطبیق پیش کی ہے کہ اباحت کا حکم اس وقت ہے جب

اسقاط کے لیے عذر شرعی پایا جائے اور حرمت کا حکم اس وقت ہے جب کوئی عذر شرعی نہ ہو۔ اس طرح حقیقت کے لحاظ سے یہ مسئلہ نزاعی نہیں رہ جاتا کیوں کہ عذر شرعی نہ ہو تو تمام فقہا اسقاط کو ناجائز و گناہ مانتے ہیں۔ اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ امام قاضی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گناہ ہونے کے لیے اسقاط کو بلا عذر کی قید سے مقید کیا ہے۔ اور اباحت کے قائلین اتنی بڑی کارروائی کے لیے اذن زوج کی بھی شرط نہیں رکھتے جب کہ اس سے معمولی درجے کے کام عزل کے لیے اصل مذہب میں اذن کی شرط رکھی گئی ہے۔ اس سے یہ عیاں ہے کہ یہ اباحت عذر شدید ہی کی بنا پر ہے۔

فتاویٰ ہندیہ کے درج ذیل اقتباسات میں اس کے متعلق تفصیلی احکام یہاں بیان کیے گئے ہیں:

(۱)"وفی الیتیمة سألتُ علی بن أحمد عن اسقاط الولد قبل أن یُّصور-فقال: أما فی الحرة: فلا یجوز قولا واحدًا، وأمّا فی الأمة: فقد اختلفوا فیه، والصحیح ہو المنع۔ کذا فی التتارخانیة۔ ولا یجوز للمرضعة دفع لبنها للتداوی إن أضرّ بالصبی۔ کذا فی القنیة"	اور "یتیمہ" میں ہے کہ: میں نے علی بن احمد سے دریافت کیا کہ جان پڑنے سے پہلے حمل کے اسقاط کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر عورت آزاد ہو تو بالاتفاق ناجائز ہے اور اگر باندی ہو تو اس کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی اسقاط ممنوع ہے، ایسا ہی فتاویٰ تتارخانیہ میں ہے۔ اور دودھ پلانے والی کسی بھی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنا دودھ علاج کے لیے کسی کو دے جب کہ ایسا کرنا بچے کے لیے مضر ہو۔
(۲)"وإن اسقطت بعد ما استبان خلقه وجبت الغرة۔	اور اگر کسی عضو کی تخلیق کے بعد ساقط کرایا تو غُرہ (پانچ سو درہم-ہدایہ) واجب

كذا في فتاوىٰ قاضي خان۔	ہوگا، ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔
العلاج لاسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لايجوز، وان كان غير مُستَبِين الخلق يجوز، وأما في زماننا يجوز على كل حال، وعليه الفتوىٰ۔ كذا في جواہر الاخلاطي۔اھ"(۱)	اسقاط کے لیے علاج کرانا جب کہ حمل میں جان پڑ چکی ہو، مثلاً بال اور ناخن وغیرہ نکل آئے ہوں جائز نہیں اور اگر ابھی جان نہ پڑی ہو تو جائز ہے، بلکہ ہمارے زمانے میں تو بہر صورت جائز ہے، یہی مفتیٰ بہ ہے اور ایسا ہی "جواہر الاخلاطی" میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ عذر شرعی کس درجے کا ہونا چاہیے؟

اس تعلق سے علامہ ابن وہبان نے ایک عذر کی نشاندہی کر کے اس کے درجہ کا اشارہ دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بچہ ابھی شیر خوار ہو اور حمل کی وجہ سے ماں کا دودھ ختم ہوجائے اور باپ مفلوک الحال ہے، دودھ پلانے کے لیے دایہ کا انتظام نہیں کر سکتا اور اسے ڈر ہے کہ بچہ ہلاک ہوجائے گا تو اس صورت میں حمل ضائع کرنے کی اجازت ہے۔

(۳) درج ذیل جزئیہ میں بھی اس کی صراحت ہے:

"امرأة مرضعة ظهر بها حبل وانقطع لبنها وتخاف على ولدها الهلاک وليس لابي ہذا الولد سعة حتى يستاجر الظئر يباح لها ان تعالج في استنزال الدم مادام نطفة أو مضغة أو علقة لم يخلق له عضو،	حاملہ ہونے کے سبب کسی دودھ پلانے والی عورت کا دودھ ختم ہوگیا، جس کی وجہ سے اسے اپنے بچے کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اور بچے کے باپ کے پاس اتنی وسعت نہیں کہ وہ کسی دایہ کو اجرت پر رکھے تو وہ عورت اسقاط حمل کے لیے علاج کر سکتی ہے، جب کہ حمل نطفہ یا بستہ خون یا گوشت کے ایسے لوتھڑے کی

وخلقه لا یستبین إلا بعد مائة وعشرین یوماً۔ اربعون نطفة واربعون علقة واربعون مضغة۔ كذا في خزانة المفتیین، وہكذا في فتاویٰ قاضی خان"(۱)

صورت میں ہو جس میں کسی عضو کی تخلیق نہ ہوئی ہو اور حمل میں تخلیق اعضا کا ظہور ۱۲۰/ دن کے بعد ہی ہوتا ہے، جن میں وہ ۴۰/ دن نطفہ، ۴۰/ دن دم بستہ اور ۴۰/ دن گوشت کے ایک لوتھڑے کی شکل میں ہوتا ہے، ایسا ہی "خزانۃ المفتیین" اور "فتاویٰ قاضی خاں" میں ہے۔

یہ عذر ضرورت کے درجے کا ہے، بہ لفظ دیگر دو بلاؤں میں سے ہلکی بلا کو مجبوری کی بنا پر اختیار کرنا ہے کیوں کہ حمل ابھی جان دار انسان نہیں ہے۔ توقع ہے کہ آگے چل کر وہ بھی جان دار یعنی روح انسانی کا حامل ہو جائے۔ دوسری طرف ایک محترم و معصوم انسان کی جان جانے کا خطرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ بے جان حمل کے ضیاع کے بالمقابل ایک محترم جان کا ضیاع بڑی بلا ہے۔ اور یہاں جان بچانے کے لیے اب یہی ایک راستہ رہ گیا ہے کہ حمل کو ضائع کر دیا جائے تو بلاشبہہ یہ ضرورت شرعی کی بنیاد پر ہی اباحت ہوئی، بلفظ دیگر دو بلاؤں میں سے ہلکی بلا کو بوجہ ضرورتِ شرعیہ ہی اپنانے کی رخصت ملی۔

اس تفصیل کی روشنی میں اس سوال کا جواب واضح ہو کر یہ سامنے آیا کہ بیوی یا شوہر دونوں کو استقرار حمل کے بعد اگر اس کا ظن غالب ہو جائے کہ مدت حمل میں، یا وضع حمل کے وقت بیوی کی صحت سنگین خطرات سے دوچار ہو سکتی ہے اور اس سے حفاظت کا واحد راستہ اب اسقاط ہی رہ گیا ہے، یا اسقاط نہ ہوا تو جان بھی جا سکتی ہے تو حمل میں جان پڑنے سے پہلے بہ درجۂ مجبوری اسقاط کی رخصت ہوگی کہ اول "حاجت بہ منزلۂ ضرورت" ہے اور دوم "عین ضرورت" اور یہ دونوں ہی مفید اباحت ہوتے ہیں۔

رہ گئی بات متوقع اولاد کی صحیح پرورش و پرداخت اور ضروری دینی تعلیم کی اپنے

اندر استطاعت نہ پانے کی تو اس کی وجہ سے یہ اجازت ہو سکتی ہے کہ عزل کرے، نرودھ استعمال کرے یا اس کے ساتھ مزید احتیاط کے لیے بیوی کو ڈایا فرام لگانے کا مشورہ دے اور غربت ومفلوک الحالی اس سے زیادہ ہو تو نکاح ہی نہ کرے اور روزہ رکھے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یا معشر الشّباب من استطاع منکم الباء ۃ فلیتزوّج فانہ اغض للبصر، وأحصن للفرج۔ ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فإنہ لہ وِجَائٌ۔ متفق علیہ"(۱)	اے جوانوں کے گروہ تم میں سے جسے نکاح کی (یعنی مہر ونفقۂ زوجہ کی) استطاعت ہو وہ نکاح کرلے کہ یہ نگاہ کو نیچی رکھنے والا اور شرم گاہ کا محافظ ہے اور جسے استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے کہ یہ شہوت کو توڑ دیتا ہے۔

آج کے دور میں جو لوگ اپنے بچوں کو ضروری دینی تعلیم دینا چاہتے ہیں، ان کے لیے وسائل مہیا ہو جاتے ہیں۔ ایسے غریبوں کے کثیر بچے مدارس میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جن کی مدرسہ اور کچھ اہل خیر کفالت کرتے ہیں اور جو شخص کمانا چاہتا ہے وہ محنت کر کے اپنے اور چند بچوں کے نان ونفقہ کا انتظام کر سکتا ہے، ان کا تعاون بھی ہوتا ہے اور قوم وملت کے رہنماؤں کو یہ ترغیب بھی دی جانی چاہیے کہ اس طرح کے لوگوں کا تعاون کریں۔ حضور سید عالم ﷺ نے افضل اعمال سے جن چیزوں کو شمار فرمایا ہے ان میں سے اطعام طعام وافشاے سلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی بھی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ:

" تعین صانعًا او تصنع لاخرق"(۲)	کاریگر کی مدد کرو یا ناا ہل کے لیے کام کردو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ:

(۱) عذر شرعی کی بنا پر غیر مضر، عارضی منع حمل کی تدابیر اختیار کرنا جائز ومباح ہے۔ آج

کے دور میں ان تدابیر میں سب سے مناسب اچھے نرودھ کا صحیح استعمال ہے۔عذر شرعی کی صورتیں بیان ہو چکی ہیں۔

(۲) عذر شرعی اگر ضرورت کی حد تک ہو مثلاً استقرار حمل کی صورت میں جان جانے کا صحیح خطرہ ہو تو کاپرٹی لگانے کی بھی رخصت ہے مگر ایسی ضرورت کا تحقق نادر ہے کیوں کہ اگر بیوی ڈایافرام لگالے اور ساتھ ہی شوہر عمدہ قسم کا نرودھ جانچ کر کے ایک یا دو استعمال کرے تو استقرار سے تقریباً یقینی طور پر بچا جا سکتا ہے۔ ہاں اگر خود شوہر کاپرٹی لگائے، یا بیوی اپنے طور پر لگالے تو بلا ضرورت شرعیہ بھی اس کی اجازت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نس بندی مرد کی ہو یا عورت کی اس کے لیے ضرورت شرعیہ نہیں پائی جاتی، کیوں کہ اس کا متبادل اختیار کر کے استقرار سے بچا جا سکتا ہے اس لیے اس کی اجازت نہیں۔ٹھیک یہی حکم خصی ہونے کا بھی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) تنگیٔ رزق کے خوف سے نرودھ وغیرہ عارضی وغیر مضر مانع حمل اشیا کا استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے کہ یہ فکر اسلامی عقیدے کے خلاف ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد نظام الدین رضوی

خادم الافتاء بدار العلوم الاشرفیہ مصباح العلوم

مبارکفور

شرعی فیصلہ فقہی سمینار بورڈ، دہلی

ضبط تولید

بحث: عزل کا جواز کس صورت میں ہے؟ اور کراہۃ تنزیہ کب ہے؟

جواب: متقدمین کے نزدیک آزاد عورت سے عزل کا جواز اس کی اجازت سے مقید ہے۔ مشائخ کے نزدیک فساد زمان کے باعث بے اذنِ زن بھی جواز ہے۔ لیکن اس جواز کے ساتھ کراہتِ تنزیہ ہے یا نہیں؟

اس پر یہ طے ہوا کہ جب کوئی ایسا عذر ہو جس سے منفعت شرعیہ اصطلاحیہ فوت ہو یا اس سے زیادہ ضرر کا اندیشہ ہو تو جواز بلا کراہت ہے۔ ورنہ کراہتِ تنزیہ ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعذار کی مثالیں

(۱) گود میں شیر خوار بچہ ہے اور استقرار حمل کی صورت میں یہ خطرہ ہے کہ دودھ خراب ہونے کی وجہ سے بچہ کی صحت خراب ہو جائے گی اور وہ کمزور ہو جائے گا جیسا کہ عموماً ایسا ہوتا ہے۔

(۲) استقرار کے باعث ماں کی صحت خراب ہو جائے گی، مثلاً دماغی الجھن کی شکار ہوگی، کمزوری ونقاہت بڑھ جائے گی، شکم میں درد رہے گا، یا اس طرح کی کسی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(۳) رحم کمزور ہے اور سابقہ تجربہ سے یہ خطرہ ہے کہ استقرار حمل ہوا تو حمل قبل از

---

(۱) سورۃ البقرۃ ۲، آیۃ: ۲۳۳

(۲) الدرایۃ علیٰ ہامش الہدایۃ، کتاب الرضاع، ص: ۳۳۰، مجلس برکات، بحوالہ دار قطنی وابن عدی وابن ابی شیبہ

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۷۹-۳۷۸، الفصل الثانی من باب الخاتم۔

وقت ضائع ہو جائے گا۔

(۴) باپ یا ماں کو ایسا مرض ہے جس کے باعث بچہ ناقص الخلقت یا معذور پیدا ہوگا۔

(۵) یا ماں، باپ کو کوئی ایسا مرض ہے جس سے اندیشہ ہے کہ بچہ بھی متاثر ہوگا، جیسے وہ ایڈز یا دمہ وغیرہ امراض میں مبتلا ہیں، یا ماں کو شدید یرقان کا مرض ہے، یا مرض موت میں مبتلا ہو چکی ہے۔

(۶) ماں عیسائی، یا یہودی ہے جس کے باعث بچے کے یہودی یا عیسائی ہونے کا خوف ہے، یا وہ بد دماغ، بد اخلاق ہے یا آوارہ ہے اور ڈر ہے کہ بچہ اس کی خو، بو اپنا لے گا کہ صحبت عادات پر اثر انداز ہوتی ہے۔

(۷) یا پیدائش آپریشن سے ہوتی ہے اور اسے آپریشن کی تکلیف برداشت نہیں، یا وہاں کوئی مسلم عورت آپریشن کی اہل نہیں اور یہ غیر مسلم مرد یا عورت سے آپریشن نہیں کرانا چاہتی۔

(۸) بیوہ سے نکاح کیا تا کہ وہ فریضۂ حج ادا کر سکے اور دونوں بعد حج رشتۂ نکاح ختم کرنا چاہتے ہیں اس لیے استقرار سے بچنا چاہتے ہیں تا کہ بعد میں بچے کی تربیت کے تعلق سے نہ کوئی مشکل پیدا ہو، نہ ان کے مابین کوئی تعلق رہے تو یہ بھی ایک عذر ہے۔

(۹) یا تین بار پیدائش کے لیے آپریشن ہو چکا ہے اور اب استقرار ہوا تو جان کا خطرہ ہے۔

بحث: نئی عارضی مانع حمل تدابیر اور ان کے احکام۔

نرودھ یہ سہل اور بے ضرر ہونے کے باعث بہ حالت عذر بلا کراہت جائز ہے، کیوں کہ یہ عزل ہی کے حکم میں ہے جو حالت عذر میں بلا کراہت جائز رکھا گیا ہے۔ بہ حالت عذر ڈایافرام کا بھی جواز بلا کراہت ہے۔

مانع حمل دواؤں کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ عموماً یہ صحت کے لیے ضرر رساں ہوتی ہیں اس لیے ان کا استعمال ممنوع ہے۔ خصوصاً ان عورتوں کے لیے جن کی

(۱) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، ص:۵۴۶، ج:۳، نول کشور

عمر ۳۵/سال سے زیادہ ہو، یا جنھیں شوگر یا یرقان کی بیماری ہو کہ ان کے لیے ڈاکٹر ان دواؤں کو سخت مضر بتاتے ہیں۔

کاپرٹی کا استعمال عموماً کسی اجنبی ڈاکٹر مرد یا عورت کے ہی ذریعہ ہوتا ہے اور یہ بالعموم ضرر رساں بھی ہوتا ہے۔ اس لیے بہ لحاظ عموم کئی وجہوں سے اس کا استعمال ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دائمی مانع حمل تدابیر: قوت تولید دائمی طور پر ختم کر دینا مطلقاً ناجائز وحرام ہے، خواہ مرد یا عورت کی نس بندی کے ذریعہ ہو یا ایسی دوا کھانے یا انجکشن لگانے کے ذریعہ جو قوت تولید ہمیشہ کے لیے ختم کر دے۔

ولادت سے عورت کی ہلاکت کا اندیشہ مانع حمل عارضی تدابیر کی پابندی کرنے سے دور ہو جاتا ہے اس لیے اس حال میں بھی وہ ضرورت شرعیہ متحقق ہونے کی صورت نہیں بنتی، جس میں کسی حرام کو عمل میں لانے کی رخصت ہوتی ہے۔

اسقاط حمل کا جواز کب ہے؟

جواب: اگر اس بات کا یقین یا ظن غالب ہو کہ استقرار حمل کے بعد مدت حمل میں یا وضع حمل کے وقت عورت کی جان جا سکتی ہے یا عورت کی صحت سنگین خطرات سے دو چار ہو سکتی ہے، اور اسقاط کے سوا تحفظ کی صورت نہیں تو ایسی حالت میں ایک سو بیس دن سے پہلے اسقاط حمل جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ فیصلہ ۱۴/ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۵/ جنوری ۲۰۰۵ء سہ شنبہ کو بیت النور، اجمیر شریف میں ہوا تھا۔ سمینار

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۴۱۲، باب نکاح الرقیق، ماجدیہ۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ص:۲۷۰، آخر الفصل الثالث من باب النظر الی المخطوبۃ

میں گجرات، راجستھان اور یو۔پی۔ و بہار کے بیس علما نے شرکت فرمائی تھی۔

دوسرا سوال نامہ

از: ڈاکٹر شمیم احمد، صبا ہاسپٹل، مبارک پور، اعظم گڑھ

تین چار سال کے لیے منع حمل کی تدبیر بہت کمزور عورت کے لیے:

ایک عورت کے تین چار بچے پیدا ہو چکے ہیں اور اب وہ جسمانی حیثیت سے بہت کمزور ہو چکی ہے، اگر آئندہ پیدائش میں جدید طبی تدابیر کے ذریعہ تین چار سال کا وقفہ مہیا کر دیا جائے تو اس کی اور اس کے بچے کی صحت ٹھیک رہے گی، تو اس طرح کی عورتوں کے لیے تین چار سال کا وقفہ جدید تدابیر کے ذریعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حفظان صحت کے مقصد کے پیش نظر دو بچوں کے درمیان حسب حاجت وقفہ کی اجازت ہے، شریعت کی طرف سے اس پر کوئی پابندی نہیں، بلکہ قرآن حکیم نے

(۱) صحیح بخاری شریف، ص: ۷۸۴، ج: ۲

شیر خوارگی کی مدت دو سال مقرر کر کے یہ اشارہ دیا ہے کہ پہلے بچے کی ولادت اور دوسرے بچے کے استقرار کے درمیان دو سال کا وقفہ ہونا چاہیے، اور تولد کے حساب سے یہ وقفہ تقریباً تین سال کا ہو سکتا ہے، اسلام نے عزل کی اجازت دی ہے، اس کا ایک مقصد ماں اور بچہ کی صحت کی حفاظت بھی ہے۔

عزل یہ ہے کہ جنسی عمل کے آخری لمحات میں شوہر بیوی سے علاحدہ ہو جائے تا کہ انزال باہر ہو (منی باہر گرے)، احادیث نبویہ اور کتب فقہ میں اس کی صراحت ہے جس سے ہمیں یہ روشنی ملتی ہے کہ غرض صحیح کے لیے دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ مشروع ہے جس کا ایک طریقہ عزل ہے۔

آج کے زمانے میں اس وقفہ کے لیے جو ذرائع اور ادویہ ایجاد ہوئی ہیں ان کا حکم شرعی ان کی تفصیلات کے علم کے بعد ہی بیان کیا جا سکتا ہے۔ اجمالی طور پر یہ جان لینا چاہیے کہ ہر وہ طریقہ جو مضر صحت نہ ہو اور نہ ہی اس سے اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تبدیلی واقع ہو، اسے حفظان صحت کے قصد سے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے نرودھ کا استعمال کہ یہ عزل کے مشابہ ہے۔ لہٰذا اس کی اجازت ہے۔ کاپر ٹی کا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ اس کے لیے صرف ماہر خاتون کی خدمات حاصل کی جائیں۔ کھانے کی گولیاں اور انجکشن اگر بے ضرر ہوں تو اس کے استعمال میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کے منفی اثرات **(Sideeffects)** بسا اوقات بڑے خراب ہوتے ہیں، یہ جرثومہ حیات کو نہایت کمزور یا ہلاک کر ڈالتے ہیں، خون میں چربی کی مقدار خطرناک حد تک کمزور ہو جاتی ہے۔ قلبی امراض بھی اس سے پیدا ہوتے ہیں، عورتیں ذہنی الجھن اور بسا اوقات ڈپریشن کی بھی شکار ہو جاتی ہیں۔

(۱) تنویر الابصار و در مختار علی هامش رد المحتار، ص:۴۱۲، ج:۲، مطلبٌ فی حکم إسقاط الحمل، باب نکاح الرقیق، ماجدیه۔

دوسرا باب

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے احکام

سوال نامہ

جناب مولانا منیر احمد صاحب مہتمم مدرسہ اہل سنت بحر العلوم، مئو (یو۔ پی۔)

آج کل ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا چلن عام ہوتا جارہا ہے اور اس کے ذریعہ رحم میں حمل کا استقرار کرایا جاتا ہے۔ یہ شرعی نقطۂ نظر سے جائز ہے، یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

مختصر جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ وعلیٰ اٰلہٖ و صحبہٖ و کُلِّ مَنْ عَزَّرَہٗ وَ وَقَّرَہٗ وَ وَالاہُ۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ استقرار حمل کی چھ شکلیں پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک شکل یہ ہے کہ شوہر کا مادۂ تولید اور اس کی بیوی کا بیضۂ تولید باہر نکال کر ایک مخصوص طریقہ سے ایک خاص قسم کے ٹیوب میں جمع کیا جاتا ہے پھر ان کی نشوونما کی جانچ کر کے عورت کے رحم میں دونوں مادوں کو ڈال دیا جاتا ہے خاص اس شکل کا حکم ہے کہ:

(۱) اگر مرد اپنے ہاتھ سے اخراج منی کرے تو یہ مکروہ ہے کہ یہ بلا ضرورتِ شرعیہ استمتاع بالجز (اپنے ہی جز سے لطف اندوز ہونا) ہے۔

(۲) ہاں اگر اس کی بیوی اپنے ہاتھ سے ایسا کرے تو یہ مکروہ نہیں کہ یہ نہ استمتاع بالجز ہے اور نہ ہی سفح ماء (منی کو ضائع کرنا) کہ اس سے مقصود استقرار ہے، ہاں اگر طبی نقطۂ نظر سے ہاتھ سے منی نکالنا ہی ضروری نہ ہو تو شوہر کو عزل کا طریقہ اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

(۳) اجنبی مرد یا عورت اگر عورت کا بیضۂ تولید نکالے، پھر ٹیسٹ ٹیوب بے بی میں استقرار کے بعد عورت کے رحم میں منتقل کرے تو نقل و اخراج کا یہ عمل حرام ہے کہ بلا ضرورت شرعیہ اجنبی عورت یا مرد کا کسی عورت کی شرم گاہ دیکھنا اور اسے

دکھانا حرام ہے۔

(۴) ہاں اگر شوہر یا عورت خود ڈاکٹر ہو، یا ان میں سے کوئی یہ عمل سیکھ کر اسے خود انجام دے تو یہ جائز ہے۔

(۵) اس شکل خاص میں بیوی کے شکم سے جو بچہ پیدا ہوا وہ بہر حال ثابت النسب ہے۔

(۶) اس شکل خاص کے سوا بقیہ پانچوں شکلیں حرام ہیں، ان میں کوئی پہلو جواز کا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مفصّل جواب

اب ہم کچھ دلائل کے ساتھ اس مسئلے کے احکام پر روشنی ڈالیں گے۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کیا ھے؟: سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ (Test Tube Baby) کیا ہے؟ اور اس کا طریقہ کار کیا ہے؟

عورت کے بیضۂ تولید اور مرد کے مادۂ تولید (منی) کو باہر نکال کر ایک مخصوص طریقہ سے ایک خاص قسم کی ٹیوب میں جمع کیا جاتا ہے پھر ان کی نشو ونما کی جانچ کر کے عورت کے رحم میں دونوں مادوں کو ڈال دیا جاتا ہے، اسی کا نام ہے ’’ ٹیسٹ ٹیوب بے بی‘‘۔ اس کی قدرے تفصیل یہ ہے۔

عورت کے رحم سے بیضۂ تولید کو نکال کر ایک خاص قسم کی ٹیوب میں رکھا جاتا ہے، پھر مرد کے مادۂ تولید کو نکال کر بیضہ میں ڈالا جاتا ہے اور دونوں کے باہمی ملاپ سے افزائش شروع ہوتی ہے۔ یہ بیضہ ایک سیل سے، دو سیل، پھر چار، پھر آٹھ، پھر سولہ سیل تک آہستہ آہستہ بڑھتا رہتا ہے۔ جب یہ آٹھ سے سولہ سیل کی منزل میں ہوتا ہے تو اسے کسی عورت کے رحم میں ڈال دیا جاتا ہے اور نو ماہ بعد ولادت ہوتی ہے۔

ٹیوب کی ایجاد میں دراصل یہ نظریہ کارفرما ہے کہ استقرار حمل بیضہ اور مادۂ

تولید دونوں کے باہمی ملاپ کا نام ہے، جس کا ایک ذریعہ جماع ہے۔ پس اگر یہ ملاپ کسی دوسرے طریقہ مثلاً ٹیوب کے ذریعہ سے ہوجائے تو بھی وہ استقرار ہی ہوگا۔

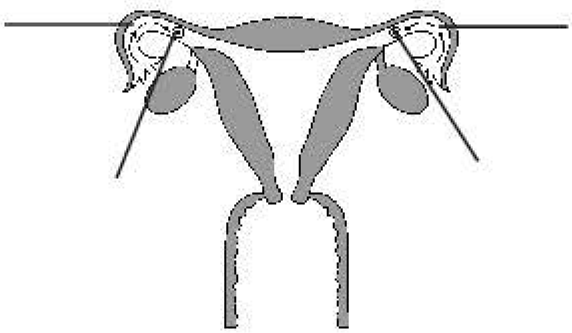
بیضہ کب اور کیسے نکالا جاتا ھے؟ عورت کے رحم کے داہنے یا بائیں کی کشادہ نلی میں بیضۂ تولید تیار ہوتا ہے، وہ بھی مہینے میں صرف ایک بار۔ عموماً مہینے کے آخری دن سے ۱۴ر دن پہلے، جب یہ وقت آجاتا ہے تو عورت کے ناف کے نیچے ایک سینٹی میٹر، یا انگلی کی ضخامت کی مقدار شگاف کیا جاتا ہے اور اسی کے ذریعہ ایک نلی نما دوربین، جسے لیپرواسکوپ (Lapro Scope) کہتے ہیں، داخل کی جاتی ہے، پھر اسی کے ذریعہ بیضہ تلاش کرکے اسے باہر نکال لیا جاتا ہے۔

مادۂ تقلید کیسے نکالا جاتا ھے؟ مرد کا مادۂ تولید (منی) ہاتھ کے ذریعہ نکالا جاتا ہے۔

ٹیوب سے رحم میں منتقلی: ٹیسٹ ٹیوب میں بیضہ اور منی کے باہمی ملاپ سے جب استقرار کا اطمینان حاصل ہوجاتا ہے تو اسے ایک خاص قسم کی ٹیوب کے اگلے حصے پر رکھ کر عورت کی شرم گاہ کے راستے سے رحم میں منتقل کیا جاتا ہے۔

ٹیسٹ ٹیوب کی ضرورت کب پیش آتی ھے؟ عورت کے رحم کے بالائی حصے میں داہنے، بائیں بازو نما دو کشادہ نلی ہوتی ہے، اسے فلوپین ٹیوب (Fellopin Tube) کہتے ہیں۔ اس کی شکل یہ ہے:

انھیں نلیوں کے ذریعہ عورت کا بیضۂ تولید رحم کے بطن کی طرف آتا ہے۔



جب کسی بھی وجہ سے یہ دونوں نلیاں بند ہو جاتی ہیں اور بیضہ کا رحم میں آنا اور مادۂ تولید سے اس کا ملاپ ناممکن ہو جاتا ہے تو جماع کے ذریعہ استقرار حمل کی امید نہیں رہ جاتی۔ ایسے وقت میں بیضہ کے ساتھ مادۂ تولید کے ملاپ اور استقرار کے لیے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ٹیوب سے منتقلی کی صورتیں: اس جدید طریقۂ استقرار میں کسی بھی مرد وعورت کے مخلوط مادے و بیضے کسی بھی عورت کے رحم میں پرورش کے لیے ودیعت کیے جاسکتے ہیں۔ اس طرح سے اس کی کل چھ شکلیں ہیں:

(۱) بیضہ اور مادہ میاں بیوی کے ہوں گے اور پرورش بیوی کے رحم میں ہوگی۔

(۲) بیضہ تو بیوی کا ہوگا مگر مادہ (منی) اجنبی مرد کا ہوگا اور پرورش بیوی کے پیٹ میں ہوگی۔

(۳) مادۂ تولید شوہر کا، بیضہ اجنبی عورت کا، پرورش بیوی کے رحم میں ہوگی۔

(۴) بیضہ بیوی کا، مادہ شوہر کا اور پرورش اجنبی عورت کے شکم میں۔

(۵) بیضہ و مادہ دونوں اجنبی مرد وعورت کے ہوں گے اور پرورش کسی دوسری عورت کے شکم میں ہوگی۔

(۶) بیضہ بیوی کا، مادہ اجنبی مرد کا اور پرورش اجنبی عورت کے پیٹ میں ہوگی۔

اب اس کے احکام ملاحظہ فرمائیے:

شرعی احکام: ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ استقرار متعدد شرعی قبائح پر مشتمل ہے، اس لیے ناجائز ہے۔

(الف): اس کے لیے مرد کو ہاتھ سے منی نکالنی پڑتی ہے اور یہ حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُونٌ۔"(۱) ہاتھ سے منی نکالنے والا ملعون ہے۔

(۱) الحديقة النّدية شرح الطريقة المحمّديّة، للشيخ الامام سيّدى عبد الغنى النابلسى الدّمشقى الحنفى۔، ص:۳۳۱، ج:۲۔ ايضاً، ص:۳۳۲، ج:۲، الصّنف السّابع من الأصناف التّسعة فى بيان أفات الفرج۔

درِمختار میں ہے: ”فی الجوہرۃ: ألإستمناء حرام وفیہ التعزیر۔اھ“

ردالمحتار میں ہے: ”ألإستمناء حرام أی بکف۔اھ“

حدیقہ ندیہ جلد دوم، ص: ۳۳۱ میں ہے: ”اما الاستمناء فحرام۔اھ“

یعنی جوہرہ میں ہے کہ ہتھیلی سے منی نکالنا حرام ہے جو ایسا کرے اسے سزا دی جائے۔ (کتاب الحدود)

منی ہاتھ سے نکالنا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ نے یہ جواب ارقام فرمایا:

”یہ فعل ناپاک، حرام و ناجائز ہے۔ اللہ جَلَّ وَعَلَا نے اس حاجت کے پورا کرنے کو صرف زوجہ و کنیز شرعی بنائی ہیں اور صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ:

”فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ۔“	جو اس کے سوا اور کوئی طریقہ ڈھونڈے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”نَاکِحُ الۡیَدِ مَلعُون۔“	جلق لگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔(۱)

اور یہ حرکت تو طبی و اخلاقی نقطۂ نظر سے بھی قبیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب): عورت کا بیضۂ تولید نکالنے پھر بیضہ و منی کا ملاپ کر کے اسے رحم میں منتقل کرنے کے لیے عورت کے ستر کو کھولنا اور اندامِ نہانی کو دیکھنا اور چھونا پڑتا ہے، اور یہ سب حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لَعَنَ اللّٰہُ الناظِرَ والمَنۡظورَ إلیہ۔“(۲)	جو شرم کی جگہ کو دیکھے اس پر بھی اللہ کی لعنت اور جو دکھائے اس پر بھی اللہ کی لعنت۔
”عن ابی سعید الخدری عن ابیہ أنّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ	حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) فتاویٰ رضویہ، ص: ۸۰، ج: ۹، کتابُ الحظر والاباحۃ، رضا اکیڈمی۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح۔

تعالیٰ علیه وسلم قال: لاینظر الرجل إلی عورة الرّجل ولا المرأة الی عورة المرأة۔"(۱)

نے بیان فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی مرد کسی مرد کی اور کوئی عورت کسی عورت کی شرم گاہ نہ دیکھے۔

جب مرد کا مرد کی شرم گاہ دیکھنا حرام ہے تو مرد کا کسی عورت کی اور عورت کا کسی مرد کی شرم گاہ دیکھنا بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگا۔

یہ حکم مرد، عورت سب کے لیے یکساں ہے۔ اِلا یہ کہ جو عورت بچہ جنانے کا کام کرتی ہے، وہ بوجہِ ضرورت شرعیہ بقدرِ ضرورت بیماری کے مقام کو دیکھ سکتی ہے۔ یوں ہی طبیب بوجہِ ضرورت شرعیہ بقدرِ ضرورت بیماری کے مقام کو دیکھ سکتا ہے۔ ضرورت کا یہ مطلب ہے کہ اس کے بغیر کوئی اور چارۂ کار نہ ہو۔ لیکن جہاں اس معنی کے اعتبار سے ضرورت کا تحقق نہ ہو وہاں شرم گاہ کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ جیسا کہ اس جزیہ کے مفہوم مخالف سے عیاں ہے:

"ینظر الطبیب إلیٰ موضع مرضها بقدر الضرورة اذ الضرورة تتقدر بقدرها وكذا نظر قابلة۔اھ"(۲)

طبیب عورت کے مرض کی جگہ ضرورت و ناچاری کی مقدار دیکھ سکتا ہے، اس لیے کہ ضرورت کا لحاظ بقدرِ ضرورت ہوتا ہے، یوں ہی بچہ جنانے والی عورت بھی دیکھ سکتی ہے۔

اور استقرارِ حمل ضرورت شرعیہ درکنار، حاجتِ شرعیہ بھی نہیں، لہٰذا اس کے لیے اجنبی کی شرم گاہ دیکھنا اور کسی اجنبی کو اپنی شرم گاہ دِکھانا مباح نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج): اجنبی مرد کا مادۂ تولید اجنبی عورت کے رحم میں پرورش کے لیے رکھنا بھی جائز نہیں کہ عورت کا رحم اس کے شوہر کے لیے محلِ زرع ہے، نہ کہ غیر کے لیے۔

(۱) صحیح مسلم شریف، ص:۱۵۴، ج:۱، باب تحریم النظر الی العورات، کتاب الطھارۃ، مجلس برکات۔

(۲) الدرّ المختار علیٰ ھامش رد المحتار، ص:۲۶۱، ج:۵ فصلٌ فی النظر والمسّ۔ و فوق ردالمحتار، ص:۵۳۴-۵۳۳، ج:۹، دار الباز۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لا یحل لأمریٔ مومن یؤمن بالیوم الاٰخر أن یسقی ماءُہٗ زرع غیرہ۔“(۱)	مسلمان جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ اس کا پانی دوسرے کی کاشت کو سیراب کرے۔

جب دوسرے کی کھیتی سیراب کرنا جائز نہیں تو دوسرے کے کھیت میں اپنا بیج ڈالنا بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(د): دوسرے کے نطفے سے عورت حاملہ ہوئی تو اس کے شوہر کو وضع حمل تک اپنی بیوی کے قریب ہونا ناجائز ہوگا۔ جب کہ شاید و باید اس پر عمل ہو سکے۔ درِ مختار میں ہے:

”وصَحّ نکاحُ حُبلیٰ مِن زنا و ان حرم وطؤھا و دواعیہ حتی تَضَعَ لئلاّ یسقی ماءہ زرع غیرہ اذ الشعر ینبت منہ۔ اھ“(۲)	زنا سے حاملہ عورت کا نکاح غیر زانی کے ساتھ صحیح ہے، البتہ جب تک وہ حمل نہ جن لے، اس کے ساتھ جماع اور اس پر آمادہ کرنے والے اسباب جیسے بوس و کنار حرام ہیں، لہٰذا شوہر اس کے بچہ جننے تک اس سے قربت نہ کرے تاکہ اس کے پانی سے غیر کی کاشت نہ سیراب ہو جس سے اس کے بال اگیں، کہ اس سے بال اگتے ہیں۔

بحر الرائق میں تو یہاں تک ہے:

---

(۱) سنن ابی داؤد، ص:۳۶۴، ج:۱، بابٌ فی وطی السّبایا، بیروت۔/ جامع الترمذی، ص:۳۰۴، ج:۱، باب ماجاء فی الرجل یسبی الامۃ ولھازوج ھل یحلّ لہٗ أن یطاءھا/ مسند احمد بن حنبل، ص:۱۰۸، ج:۴ ذکر غزوۃ حنین، وص:۳۸۵، ج:۶/ مشکوٰۃ المصابیح، ص:۲۹۰، باب الاستبراء من رویفع بن ثابت الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) الدرّ المختار علیٰ ھامش رد المحتار، ص:۳۱۷-۳۱۶، ج:۲، فصلٌ فی المحرمات من

"و فی شرح المنظومة: اذا زنت المرأة لا یقربها زوجها حتی تحیض لاحتمال علوقها من الزنا فلا یسقی ماءُہٗ زرعَ غیرہ۔اھ۔ ویجب حفظه لغرابته۔اھ"(۱)

شرح منظومہ میں ہے کہ عورت نے زنا کا ارتکاب کرلیا تو جب تک اسے حیض نہ آجائے اس کا شوہر اس کے ساتھ قربت نہ کرے تاکہ زنا سے اس کے حاملہ ہونے کی صورت میں اس کے پانی سے دوسرے کی کھیتی نہ اُگے۔ یہ نادر بات ہے، اسے یاد رکھنا ضروری ہے۔

یہ چند مفاسد ہیں جو بیان ہوئے۔

ہاں اگر عورت اپنے شوہر کا نطفہ اپنے طور پر اپنے رحم میں داخل کرے تو اس کی گنجائش ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

"و منه ما فی کُتبِ الشافعیة اذا أدخلت منیاً فرجها ظَنَّتْهُ منّی زوجٍ أوسیّد علیها العدة کَالمَو طوء ة بشبهة لتعرّف براء ة الرحم۔ اھ"(۲)

شافعی مذہب کی کتابوں میں ہے کہ عورت نے کسی اجنبی مرد کی منی کو اپنے شوہر یا آقا کی منی سمجھ کر رحم میں داخل کر دیا تو اس پر عدت واجب ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا رحم دوسرے کے حمل سے صاف ہے، جیسے کسی اجنبی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر اس کے ساتھ جماع کیا تو اس پر اس کی وجہ سے عدت واجب ہے۔

درمختار میں ہے:

کتاب النکاح۔

(۱) البحر الرائق، ص:۱۵۱، ج:۴، باب العدة/ والدر المختار علی هامش رد المحتار، ص:۶۶۷، ج:۲، باب العدة

(۲) ردّالمحتار، ص:۱۹۸، ج:۵، دار الباز، وص:۶۱۰، ج:۲، بحث موطوءہ بالشبهه من باب العدة

"(فروع) أدخلت منيّهٔ في فرجها تعتدّ؟ في البحر بحثا: نعَم، لاحتياجها لتعرّف براءة الرحم۔ وفي النّهر بحثا: إن ظهر حملها، نعم وإلّا، لا۔اھ"(۳)

شوہر کے طلاق دینے کے بعد عورت نے اپنے رحم میں اس کی منی داخل کر لی تو کیا وہ عدت گزارے؟ بحر میں بحث کے بعد فرمایا کہ: ہاں عدت گزارے کہ اسے جاننے یہ کی حاجت ہے کہ اس کا رحم حمل سے پاک صاف ہے۔ اور نہر میں بحث کے بعد فرمایا کہ: اگر اسے حمل ظاہر ہو تو عدت گزارے، ورنہ نہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

"(قولُهٔ : أدخلتْ منيّه) أي منّي زوجها من غير خلوة ولا دخول۔اھ"(۱)

عورت نے شوہر کی منی رحم میں داخل کر لی، جب کہ اس نے اس کے ساتھ نہ خلوت کی، نہ جماع کیا (اور طلاق دے دی، تو عورت کے اس عمل سے حسب تفصیل مذکور عدت واجب ہوگی)۔

رخصت کی گنجائش: یہ اصل حکم ہے، لیکن اگر میاں بیوی اولاد کے لیے اتنے بے قرار ہوں کہ وہ "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" کا رائج طریقۂ کار اختیار کر ہی لیں گے تو ان کو رائج طریقۂ کار سے ہٹ کر یہ صورت اختیار کرنی چاہیے کہ شوہر بیوی کے ساتھ جماع کرے اور جب انزال کا وقت قریب ہو تو الگ ہو کر کسی برتن میں مادۂ منویہ کو گرا دے۔ اسے فقہ کی اصطلاح میں عزل کہتے ہیں۔ زوجین کی باہمی رضامندی سے بالاتفاق اس کی اجازت ہے۔ اور اب تو ایک قول پر بیوی کی رضا کے بغیر بھی شوہر کو عزل کی اجازت ہے، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں صراحت ہے۔ اور اگر میڈیکل سائنس کے مطابق کسی وجہ سے ہاتھ سے ہی انزال ضروری ہو تو بیوی اپنے ہاتھ سے یہ کام کرے کہ یہ گو عام حالات میں مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ ردالمحتار کتاب الصوم میں ہے، لیکن

(۳) الدر المختار باب العدة

ناجائز و گناہ نہیں، جس کا سبب یہ ہے کہ حرمت کی وجہ "استمتاع بالجزئ" ہے یعنی اپنے جز سے لذت حاصل کرنا، لطف اٹھانا اور بیوی کا ہاتھ شوہر کا اپنا جز نہیں، ساتھ ہی بعض استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر وہ اپنے جمیع اجزا کے ساتھ قابل استمتاع بھی ہے۔

ہاں "استمناء بالید" (ہاتھ سے منی نکالنے) کی ممانعت کی ایک علت "سَفح مائ" بھی بیان کی جاتی ہے یعنی مادۂ منویہ کو بیکار بہا دینا۔ مگر اہلِ فقہ پر روشن ہے کہ غرضِ صحیح کے وقت اس کی اجازت ہے، جیسا کہ عزل کا جواز اس کی واضح نظیر ہے، اور مسئلۂ دائرہ میں بھی غرضِ صحیح موجود ہے۔ بلکہ یہاں تو "سَفح مائ" (مادۂ منویہ بہا دینا) قطعاً پایا ہی نہیں جاتا کہ یہاں اس کے نکالنے کا مقصد ایک خاص طریقے سے استقرارِ حمل و تولید ہے جو مادۂ منویہ کا عین مقصد ہے، اس لیے استقرار کے مقصد سے جب عورت شوہر کا نطفہ اپنے ہاتھ سے خارج کرے گی تو وہاں "سَفح مائ" کی قباحت دامن گیر نہ ہوگی، ساتھ ہی یہ مکروہ تنزیہی بھی نہ ہوگا کہ یہ طریقۂ اِخراج ایک مقصدِ اہم (جو شرعاً مطلوب ہے) کے حصول کے لیے اختیار کیا گیا ہے اور شہوت رانی اس سے مقصود نہیں ہے۔

جائز طور پر حصولِ منی کے بعد صرف ایک مرحلہ اور رہ گیا، اور وہ یہ ہے "ٹیسٹ ٹیوب" سے اسے عورت کے رحم میں منتقل کرنا۔ اس مرحلے میں پہنچ کر جو چیز باعث حرمت بنتی ہے اس سے بچنے کی راہ یہ ہے کہ شوہر کسی ڈاکٹر سے سیکھ کر، یا عورت اسے کسی ماہر عورت سے سمجھ کر رحم میں منتقل کرے۔ لیکن عورت کا بیضۂ تولید نکالنے کے لیے جو طریقہ مقرر ہے وہ عورت اپنے ہاتھوں انجام نہیں دے سکتی اس لیے اگر شوہر اسے سیکھ کر خود نکالے تو اجازت ہے، ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) ردالمحتار، ص: ۲۱۲، ج: ۵، دار الباز، وص: ۲۶۸، ج: ۲، باب العدۃ۔

(۱) صحیح مسلم شریف، ص: ۴۷۰، نیز ص: ۴۷۱، ج: ۱، بروایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ وحضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما، باب الولد للفراش وتوقّی

ٹیسٹ ٹیوب سے پیدا شدہ بچوں کا حکم: عالمی محکمۂ صحت کے ایک ڈاکٹر کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اس جدید طریقۂ استقرار سے لاکھوں انسان پیدا ہو چکے ہیں، ایسے لوگ اگر میاں، بیوی کے نطفہ و بیضہ کے ملاپ، پھر رحم مادر میں اس کی پرورش سے پیدا ہوئے ہوں تو وہ سب ثابت النسب ہیں، حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ألولدُ للفرأش وللعاہر الحجر۔"(۱) — بچہ صاحب فراش (شوہر) کا ہے اور زانی کے لیے پتھر۔ (یعنی محرومی و نامرادی وسزا)

هذا ما عندي والعِلمُ بالحقّ عند ربّي وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
محمد نظام الدین رضوی
خادم الافتاء بدار العلوم الاشرفیہ مصباح العلوم، مبارکفور
۲۹/محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

شرعی فیصلہ فقہی سمینار بورڈ، دہلی

بتاریخ ۲۵/ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۷/فروری ۲۰۰۴ء، منگل

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا حکم

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ استقرار حمل کی چھ شکلیں پائی جاتی ہیں، ان میں سے ایک شکل یہ ہے کہ شوہر کا مادۂ تولید اور اس کی بیوی کا بیضۂ تولید باہر نکال کر ایک مخصوص طریقہ سے ایک خاص قسم کی ٹیوب میں جمع کیا جاتا ہے۔ پھر ان کے نشوونما کی جانچ کر کے عورت کے رحم میں دونوں مادوں کو ڈال دیا جاتا ہے۔ خاص اس شکل کا حکم یہ ہے کہ:

(۱) اگر مرد اپنے ہاتھ سے اخراجِ منی کرے تو یہ مکروہ ہے کہ یہ بلاضرورت شرعیہ

الشبہات۔

استمتاع بالجز ہے۔

(۲) ہاں اگر اس کی بیوی اپنے ہاتھ سے ایسا کرے تو یہ مکروہ نہیں کہ یہ نہ استمتاع بالجز ہے اور نہ ہی سفح ماء کہ اس سے مقصود استقرار ہے۔ یوں ہی شوہر کو عزل کا طریقہ اختیار کر کے اپنا مادۂ تولید محفوظ کرنے کی بھی اجازت ہے۔

(۳) اجنبی مرد یا عورت اگر عورت کا بیضۂ تولید نکالے، پھر ٹیسٹ ٹیوب بے بی میں استقرار کے بعد عورت کے رحم میں منتقل کرے تو نقل و اخراج کا یہ عمل حرام ہے کہ بلا ضرورت شرعیہ اجنبی عورت یا مرد کا کسی عورت کی شرمگاہ دیکھنا اور دکھانا حرام ہے۔

(۴) ہاں اگر شوہر یا عورت خود ڈاکٹر ہو یا ان میں سے کوئی یہ عمل کرا سکے خود انجام دے تو یہ جائز ہے۔

(۵) اس شکل خاص میں بیوی کے شکم سے جو بچہ پیدا ہوا وہ بہر حال ثابت النسب ہے۔

(۶) اس شکل کشادہ نلی خاص کے سوا بقیہ یا سچوں شکلیں حرام ہیں، ان میں کوئی پہلو جواز کا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کشادہ نلی

بیضۂ تولید

بیضۂ تولید

اسمایے گرامی علمایے کرام

منظورین

(۱)	حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صاحب	اشرفیہ، مبارک پور
(۲)	حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب	چرہ محمد پور
(۳)	حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب	اشرفیہ، مبارک پور
(۴)	حضرت مولانا مفتی محمد ایوب صاحب نعیمی	جامعہ نعیمیہ، مراد آباد